

مسجد میں وجد و نوافل کی شرعی حیثیت

بفیضان نظر

مجدد عصر حاضر حکیم الامت پیر طریقت رہبر شریعت محسن اہلسنت

قیوم زماں محبوب سبحاں مجدد ملت دامت برکاتہم العالیہ صاحب

مقام صمدیت وعبدیت حضرت سیف الرحمن اخندزادہ پیر ارچی مبارک

مصنف

جناب حضرت مولانا غلام لیسین محمدی سیفی صاحب کاموکی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نوافل کی شرعی حیثیت﴾

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد ! حضرات گرامی ویسے تو نوافل کی جو فضیلت ہے وہ اپنی جگہ برحق ہے اسی لئے تمام مسلمان فرائض و واجبات کے بعد نفلی عبادت کو دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی ایک پسندیدہ اور اعلیٰ عبادت تصور کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی بعض لوگ تو اسے کم سے کم تعداد میں بھی ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور بعض اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں ۔اور اب جو ان کو ادا کرتے ہیں وہ ثواب کے مستحق ہیں ۔اور جو ادا نہیں کرتے وہ شرعی طور پر نہ گنہگار ہیں نہ مجرم اور ایک حدیث میں ہے ۔یتقرب الی بالنوافل یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ فرائض کے بعد نوافل کے ساتھ میرا قُرب حاصل کرتا ہے تو جناب یہ حدیث اپنی جگہ نفلی عبادت کی فضیلت کو چار چاند لگا رہی ہے ۔اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے علاوہ دن میں بارہ رکعت نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے (مشکوٰۃ باب السنن وفضائلھا) اور اس کے علاوہ بھی بیشمار احادیث مبارکہ میں نوافل کی فضیلت کے متعلق بہت کچھ بیان ہوا ہے ۔لیکن اس کے باوجود بھی بعض بزرگانِ دین اپنے مریدوں کو ابتدا میں فرائض و واجبات اور سُنت موکدہ کو ادا کرنے کے بعد کچھ وقت کیلئے یعنی چند دن تک نوافل وغیرہ سے روک دیتے ہیں تاکہ اسے ذکر الٰہی کی خاطر زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے کہ جس سے اس کا قلب اور باقی لطائف ذاکر ہو جائیں ۔کیونکہ

گناہوں کے ساتھ انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے (مشکوۃ ج 1 ص 512 باب توبہ و استغفار) اور ذکر الٰہی کے ساتھ دلوں کی صفائی ہوتی ہے (مشکوۃ ج 1 ص 497 باب اللہ کا ذکر) اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے دل پر لگا ہوا ہے۔ جب یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دور ہو جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے۔ (مشکوۃ باب ذکر) اور جس وقت انسان کا دل اللہ تعالی کے ذکر سے حرکت میں آتا ہے۔ تو اس کی حرکت سے عرش الٰہی جنبش میں آجاتا ہے اور فرشتے تعجب کرتے ہیں تو اللہ تعالی فخر کرتا ہے کہ تم تو کہتے تھے کہ اس خاکی کو نہ بنا کیونکہ یہ گناہ کرے گا (عرفان ج 1 ص 196) اور نوافل کا ادا کرنا یہ ایک مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔ تو حضرات گرامی کسی حکمتِ عملی کے تحت ایک جائز و مستحسن امر سے روک کر پھر اس کی اجازت دینا یہ خود حضور ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ اور اب تم کو اس کی اجازت ہے اور میں نے تم کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا اور اب جب تک تمہارا دل چاہے کھاؤ (بہار شریعت حصہ 16 ص 200) لیکن بعض لوگ بزرگان دین کے اس طریقے پر اعتراض کرتے ہیں یا تعجب اور گلے شکوے کرتے ہیں اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس مسئلہ کے متعلق مدلل لیکن آسان لفظوں میں صحیح صورتِ حال کو بیان کر دیا جائے تا کہ اسے دیکھ کر اپنا اور بیگانہ اس مسئلہ کی حقیقت کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکے۔

تو جناب اب آیئے اور دیکھیے کہ اس فانی دنیا میں دینی اور دنیاوی طور پر سینکڑوں کام ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کو مکمل کرنے کے لیے دوسرے کام سے کچھ وقت کے لیے روکنا پڑتا ہے۔ یعنی

اس سے منع کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ پہلے وہ نہیں یہ کتاب پڑھ لو اسی طرح ایک شخص مکان بناتا ہے اور کاریگر سے کہتا ہے کہ پہلے وہ نہیں یہ کرو تو جناب اسی طرح دین اور دنیا میں سینکڑوں کام ایسے ہیں کہ ایک کو مکمل کرنے کے لیے کچھ وقت کے لیے دوسرے کام سے روکنا پڑتا ہے تو اسی طرح بعض بزرگانِ دین بھی سالک کو سلوک کی منزل میں کامیاب کرنے کے لیے کچھ وقت کے لیے یعنی چند دن تک اسے نفلی عبادت سے روکتے ہیں مثلاً تلاوتِ قرآن اور نوافل وغیرہ سے لیکن بعض لوگ بزرگانِ دین کے اس طریقے پر اعتراض کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص صوفیاء کرام کے اس طریقے پر عمل کرتا ہے تو یہ لوگ اس کے خلاف ہو جاتے ہیں اور اس کو منزلِ مقصود سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کی کوشش کرتے ہیں اور بعض لوگ تو اس کی طرف یوں نفرت سے دیکھتے ہیں کہ شاید یہ مسلمان ہی نہیں رہا حالانکہ اس کے علاوہ لاکھوں لوگ ایسے ہیں کہ جو نماز ہی نہیں پڑھتے یعنی نوافل تو علیحدہ بات ہے۔ وہ فرائض و واجبات اور سنت موکدہ ہی ادا نہیں کرتے لیکن یہ اسے کچھ نہیں کہتے۔ ہاں اگر کہتے ہیں تو صرف سالک کو کیونکہ ان کی نظروں میں صرف یہ ہی بُرا ہے۔ باقی سب بے نمازی، زانی شرابی اور غیر شرع اچھے ہیں۔

(نوٹ) جہاں ہم نے جواز المنع عن النوافل کا حوالہ پیش کیا ہے اس سے جواز المنع عن النوافل والوظائف للسالکین فی ذکر الطائف مراد ہے۔

﴿شرعی طور پر عبادات کی قسمیں﴾

حضرات گرامی شرعی طور پر جو عبادات کی قسمیں ہیں سب سے پہلے ہم وہ بیان کرتے ہیں تاکہ یہ

اعتراض کرنے والے پہلے انہیں سمجھ کر پھر نوافل کے متعلق شرعی طور پر جو حکم ہے اسے سمجھ سکیں تو جناب شرعی طور پر عبادات کی چند قسمیں ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ اور نوافل وغیرہ

﴿فرض﴾ جس کام کا کرنا ضروری ہو اور نہ کرنا ممنوع اگر اس کے لزوم اور ثبوت پر دلالت قطعی ہو تو وہ فرض ہے اور اگر لزوم پر دلالت یا ثبوت ظنی ہو تو واجب ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج 2 ص 437)

﴿واجب﴾ وجوب کا لغوی معنی لازم ہونا ہے اور اصطلاع شریعت میں اس لازم کو کہتے ہیں۔ کہ جس کی دلیل میں کچھ شبہ ہو (شرح نورالایضاح ص 112 از علامہ محمد صدیق ہزاروی) واجب شریعت میں اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کچھ شبہ ہو اور اس کو ترک کرنے والا فاسق ہے۔ (ترجمہ کنزلاقائق ص 14)

﴿سنت﴾ فرائض و واجبات کے بعد سُنت کا درجہ ہے اور سنت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سُنت موکدہ (۲) سنت غیر موکدہ ﷺ سنت موکدہ وہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو لیکن بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو اور اس کو ترک کرنا اساءت اور کرنا ثواب ہے اور نادراً ترک کرنے پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاق عذاب ہے (بہارِ شریعت حصہ 2 ص 6)

سُنت موکدہ کا تارک مستحق ملامت اور عادتاً ترک کرنے والا فاسق مردود الشھادۃ اور مستحق نار

ہے(بہار شریعت حصہ 4 ص 9)

سنت موکدہ وہ ہے کہ جسے آپ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی کبھار چھوڑا ہو (شرح نور الایضاح ص 43 از علامہ محمد صدیق ہزاروی)

سنت غیر موکدہ وہ ہے کہ جسے آپ ﷺ نے ہمیشہ نہ کیا ہو اور اسے مستحب مندوب اور ادب بھی کہتے ہیں (شرح نور الایضاح ص 43)

سنت غیر موکدہ وہ ہے کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے اگرچہ حضور ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنا موجب عتاب نہیں ہے اگرچہ عادتاً ہو (بہار شریعت حصہ 2 ص 6)

سنت غیر موکدہ کو سُنن الزوائد بھی کہتے ہیں اور اس پر شریعت میں تاکید نہیں فرمائی گئی اور اس کو مستحب اور مندوب بھی کہتے ہیں۔(بہار شریعت حصہ 4 ص 9)

﴿نوافل﴾ یہ وہ کام ہے کہ جس کا کرنا مستحب یعنی پسندیدہ ہے اور نہ کرنا اساءت یعنی برا نہیں (شرح صحیح مسلم ج 2 ص 437)

شرع میں نوافل یعنی نفلی عبادت اس عبادت کو کہتے ہیں کہ جو فرائض و واجبات سے زائد ہو اور انفال نفل کی جمع ہے یعنی زیادتی (تفسیر نور العرفان پ 9۔ع 15۔آ 1) اردو ترجمہ کنز الدقائق ص 43)

فرائض و واجبات کے علاوہ ہر وہ عبادت نفلی ہے جو کہ شریعت کے مطابق ہو

(جواز المنع عن النوافل ص 4)

حضرت شیخ اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ نوافل کا لفظ صرف نفلی نماز کے ساتھ مخصوص ہے یہ غلط ہے کیونکہ نوافل کا لفظ صرف نفل نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر زائد عبادت کو نفلی عبادت سے تعبیر کیا جائے گا۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن پ 13 ص 100 صراط مستقیم ص 34)

مفتی امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز تراویح بلکہ ہر سنت بھی نفل ہے (فتاوی امجدیہ ج 1 ص 23 صراط مستقیم ص 34)

﴿مستحب﴾ اور مستحب یہ ہے کہ جس کے ترک کردینے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا (اردو ترجمہ کنز الدقائق ص 44)

اور مستحب کا ترک کرنا یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب موجب ملامت نہیں ہے (شرح صحیح مسلم ج 2 ص 437)

مستحب وہ ہے کہ جو نظر شرع میں پسند ہو مگر ترک کرنے پر کچھ ناپسندی نہ ہو اور اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے والے پر مطلقاً کچھ وعید نہیں ہے (بہار شریعت حصہ 2 ص 6)

﴿اساءت﴾ جس کا کرنا برا ہو (بہار شریعت حصہ 2 ص 6)

﴿خلاف اولیٰ﴾ جس کا نہ کرنا بہتر تھا اور اگر کیا تو کچھ مضائقہ وعتاب نہیں ہے (بہار شریعت حصہ 2 ص 6)

حکم

فرض کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور اس کا چھوڑنا موجب عذاب ہے اور واجب کا انکار کرنا کفر نہیں گمراہی ہے۔ اور اس کا چھوڑنا موجب عذاب ہے اور سنت موکدہ کا ترک کرنا اور اساءت کا ارتکاب اگر نادراً ہو تو موجب کراہیت اور ملامت ہے اور اگر دائماً ہو تو موجب عذاب ہے اور مستحب کا ترک کرنا یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب موجب ملامت نہیں ہے (شرح صحیح مسلم ج2 ص 437)

سنت موکدہ وہ ہے کہ جس کا چھوڑنا اساءت یعنی برائی اور کراہیت کا موجب ہے اور سنت غیر موکدہ وہ ہے کہ جس کا چھوڑنا اساءت اور کراہیت کا موجب نہیں ہے (شرح صحیح مسلم ج 2 ص 437) اور نفلوں کے متعلق علامہ شامی کا قول گزر چکا ہے۔ کہ یہ وہ کام ہے کہ جس کا کرنا مستحب ہے اور نہ کرنا برا نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج2 ص 437)

نفل چھوڑنے والا ہرگز کسی قسم کی شرعی گرفت و ملامت میں نہیں آتا اگرچہ بلاوجہ و مصلحت منع کیا جائے (جواز المنع عن النوافل ص8)

نفل ادا کرنے پر ثواب ہے اور نہ ادا کرنے پر عذاب نہیں ہے۔ (جواز المنع عن النوافل ص 3)

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قرب فرائض سے جو ایمان حاصل نہ کرے اسے آخرت میں پوچھا جائے گا اور جو قرب نوافل سے اسے حاصل نہ کرے تو اسے نہیں پوچھا جائے گا (انفاس العارفین ص 189، صراط مستقیم ص 16)

بخاری شریف باب نمبر 743 من لم یتطوع بعد المکتوبۃ یعنی جو فرض نمازوں کے بعد نفل نہ پڑھے تو یہ حضور ﷺ کے عمل مبارک سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرض نماز کے بعد کبھی کبھی نفل نہیں پڑھے (جواز المنع عن النوافل ص 4)

اسی کے مطابق حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے (شرح صحیح مسلم ج 2 ص 442) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد دو جمعہ کے بعد پڑھیں۔ (شرح صحیح مسلم ج 2 ص 442)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز فرض کے علاوہ تطوع یعنی نفل کی بارہ رکعتیں پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد دو فجر سے پہلے (بہار شریعت حصہ 4 سنن و نوافل کا بیان)

عصر اور عشاء سے پہلے اور عشاء کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے اور مغرب کے بعد چھ رکعت مستحب ہیں (کنز الدقائق ص 40 بہار شریعت حصہ 4 ص 11-12 اشراق نوری ترجمہ قدوری ص 46)

اسی طرح ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے (بہار شریعت حصہ 4 ص 11)

یہاں عشاء کے بعد چار رکعت سے مراد نوافل ہیں اور ظہر کے بعد چار رکعت میں دو نفل بھی شامل ہیں۔

حضرات گرامی ذرا غور کریں کہ دین اسلام میں تمام فرائض و واجبات صرف نماز کی ہی صورت میں نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں فرض اور واجب ہیں مثلاً روزہ حج زکوٰۃ قربانی

صلوٰۃ الوتر صلوٰۃ العیدین ،نذر صدقہ فطر،حضور کا نامِ مبارک سن کر درود و سلام پڑھنا اور سلام کا جواب دینا وغیرہ۔

تو اسی طرح تمام سنتیں بھی صرف نماز ہی کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ نماز روزہ مسواک اور غسل وغیرہ کرنا اور اس کے علاوہ بے شمار کاموں میں حضور ﷺ کی سنتیں موجود ہیں تو اسی طرح نفلی عبادت بھی صرف نماز کی ہی صورت میں نہیں ہے بلکہ نفلی نماز مثلاً تہجد اشراق چاشت اور اوابین کے علاوہ نفلی طواف نفلی حج نفلی روزہ نفلی قربانی نفلی عمرہ اور تلاوت قرآن مجید درود شریف ذکر و اذکار اور صدقہ خیرات وغیرہ سب اسی میں شامل ہیں اور ہر عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔

تو جناب اب جس حدیث میں یتقرب الی بالنوافل کا ذکر ہے کیا اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ اس نفلی نماز کے علاوہ باقی تمام نفلی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب ہرگز حاصل نہیں ہوتا اور ہاں اگر یہی بات ہے تو پھر سرکار غوث اعظم حضرت بابا فرید جیسی پاک ہستیوں نے جو سال ہا سال جنگلوں میں ریاضت و مجاہدات اور ذکر و اذکار وغیرہ کیئے ہیں یہ کس لیے کیئے ہیں اور ان کا کیا مقصد تھا اور حضرت کعب تو صرف درود میں ہی اپنا تمام وقت گزارتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

لہذا نفلی عبادت سے مراد فقط دو رکعت نماز نفل ہی نہیں بلکہ ہر وہ عبادت ہے جو کہ شریعت و طریقت کے مطابق فرائض و واجبات کے علاوہ ہو۔

تو حضرات گرامی ثابت ہوا کہ یہ نوافل ادا نہ کرنے والا شرعی طور پر نہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے نہ گنہگار نہ اس کی گرفت نہ اسے عذاب اور نہ یہ حضور ﷺ کے نزدیک مجرم نہ گنہگار اور نہ یہ بزرگان دین

کے نزدیک مجرم نہ گنہگار رہا ہاں اگر یہ شخص ان بزرگان دین کے نزدیک ہی مجرم یا گنہگار ہوتا تو حضرت مجدد الف ثانی جیسے بزرگ سالک کو اس ذکر الہی کی خاطر نوافل سے ہرگز نہ روکتے تو اب کسی غیر کو کیا حق ہے کہ وہ اسے برا بھلا کہتا پھرے اور نوافل کو فرائض کا درجہ دے کر انہیں اپنی طرف سے لازمی قرار دے کیونکہ یہ نوافل نہ پڑھنے والا شرعی طور پر نہ مجرم ہے نہ گنہگار نہ اس کی گرفت نہ اسے عذاب تو اس لیے مخالف کا اسے برا بھلا کہنا درست یعنی جائز نہیں ہے کیونکہ نفل پر عمل کرنا مستحب ہے اور مستحب وہ ہے کہ جس کے ترک سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا جیسا کہ ہم عبادات کی قسموں میں بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت علیؓ و سرکار غوث اعظمؒ امام غزالیؒ شیخ شہاب الدینؒ سہروردی علامہ ابو بکرؒ فرماتے ہیں کہ جو فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہوا تو اس کے نوافل قبول نہ ہونگے بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا (صراط مستقیم ص 18-22-35-47)

﴿نوافل پڑھنے سے کون کونسی چیزیں افضل ہیں﴾

حضور ﷺ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ اے ابوذر اگر تم صبح اُٹھ کر قرآن مجید کی ایک آیت کا علم حاصل کر لو تو وہ تمہارے لیے 100 سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تم اُٹھ کر علم کا ایک باب یعنی سبق پڑھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو تو وہ تمہارے لیے ایک ہزار رکعات نماز پڑھنے سے بہتر ہے (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 374)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ اگر آدمی علم کا ایک باب پڑھ لے تو وہ میرے

نزدیک ایک ہزار رکعات نماز پڑھنے سے بہتر ہے(شرح صحیح مسلم ج7 ص 380)

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رات کی ایک گھڑی میں علم پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر نفلی عبادت کرنے سے افضل ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج7 ص 376۔ فیضان سُنت ص 291)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز اور ہزار مریض کی عیادت اور جنازوں میں شامل ہونے سے افضل ہے(فیضان سنت ص 290)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک ایک عالمِ دین ستر 70 ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے جو کہ متقی اور ساری رات اُٹھ کر نماز پڑھنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے ہوں (فیضان سنت ص 288) یعنی ایک عالم دین ایسے ستر 70 ہزار عابدوں سے بہتر ہے جو سارا دن روزہ رکھیں اور تمام رات نوافل پڑھیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک طالب علم کو اس کے ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب دیا جاتا ہے(فیضان سنت ص 292)

کسی کی دینی اُلجھن کو دور کر دینا 100 حج کرنے سے افضل ہے(فیضان سنت ص 242) ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے(صراط مستقیم ص 4)

اولیاء کرام کا چہرہ دیکھنا نفلی عبادت سے افضل ہے(صراط مستقیم ص 10)

فرمایا کہ اوّل دن یا آخر دن اللہ کی راہ یعنی جہاد میں جانا دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور تمہارے ایک کا صف میں کھڑا ہونا ساٹھ (60) سال کی نماز سے بہتر ہے

(مشکوۃ ج 2 ص 222 کتاب الجہاد)

فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ٹھہرنا اپنے گھر میں ستر 70 سال تک نماز پڑھنے سے بہتر ہے

(مشکوۃ ج 2 ص 218 کتاب الجہاد)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم دین سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے

(تفسیر نورالعرفان ص 328 پ 11 ع 4 آ 122)

حضور ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا عابد تھا جو دن کو روزہ رکھتا اور تمام رات قیام کرتا یعنی نفلی عبادت کرتا ہے ان میں کون افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت اس عابد پر ایسی ہے جیسی کہ میری تم میں سے ایک ادنی درجہ کے شخص پر ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 375۔ 377 مشکوۃ ج 1 ص 72 کتاب العلم)

عالم دین کو اگر فتوی دینے کی وجہ سے موقع نہ ملے تو یہ فجر کے علاوہ باقی سنتیں بھی چھوڑ سکتا ہے ۔(بہار شریعت ح 4 ص 10) جو شخص نیکی کا حکم دے برائی سے روکے تو اس کی ہر ایک بات پر ایک سال کی عبادت کا ثواب ہے (فیضان سنت ص 243) عالم دین کو سلام کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے (فیضان سنت ص 287)

جس نے علم دین کا ایک باب پڑھا اسے سات ہزار سال کے روزوں اور قیام شب کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (فیضان سنت ص 297)

عالم دین کا سونا جاہل کی تمام رات کی عبادت سے افضل ہے فیضان سنت ص 299)

عالم دین کا دو (2) رکعت نماز نفل پڑھنا جاہل کی سال بھر کی عبادت سے افضل ہے

(فیضان سنت ص 299)

سرکار غوث پاک فرماتے ہیں کہ والدین کی خدمت کرنا یعنی والدین کے حکم پر عمل کرنے کے لیے نوافل وغیرہ کو چھوڑنا جائز بلکہ افضل ہے (غنیۃ الطالبین ص 184) یعنی والدین کی خدمت کیلئے نوافل کو چھوڑ دینا افضل ہے۔ سرکار غوث پاک فرماتے ہیں کہ نوافل اور روزوں کی کثرت کی بجائے ماں باپ کی خدمت کرو (غنیۃ الطالبین ص 183)

یعنی والدین کی خدمت میں اگر نفلی روزے یا نفلی نماز رکاوٹ بنے تو اسے چھوڑ کر والدین کی خدمت کرنا افضل ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ والدین سے حسن سلوک کرنا نماز روزہ حج عمرہ نفلی عبادات اور جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے (نزہت المجالس ج 2 ص 450)

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک عابد نوافل پڑھ رہا تھا تو اس کی ماں نے آواز دی اور وہ نہ آیا اس کی ماں نے بددعا دی کہ تو نہ مرے مگر کسی زانیہ کا منہ دیکھ کر تو اس پر زنا کی تہمت لگ گئی۔

(جواز المنع عن النوافل ص 28)

اور حضور ﷺ بلائیں تو فرائض بھی چھوڑ کر حضور ﷺ کی بات سننا افضل ہے (مشکوۃ ج 1 ص 458)

یعنی اگر ادھر نوافل کی نیت بھی باندھ لی ہے اور اُدھر اس کے والدین نے بلایا ہے تو نوافل کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہونا افضل ہے۔ اور اگر حضور ﷺ بلائیں تو فرائض بھی چھوڑ کر حضور ﷺ کی بات سُننا افضل ہے۔ (مشکوۃ ج 1 ص 458 فضائل قرآن)

حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ الٰہی میرا رفیقِ جنت دنیا میں ہی دکھا دیجئے تو حکم ہوا کہ فلاں شہر چلے جاؤ وہاں ایک قصاب ہے وہی تمہارا رفیق جنت ہے جا کر دیکھا کہ نہ تو یہ اتنی لمبی چوڑی عبادات یعنی نفافل اور باقی ورد و وظائف میں مصروف ہے اور نہ ہی کوئی یہ اتنا بڑا زاہد ہے ہاں اپنے والدین کا خدمتگار ضرور ہے اور اس کے والدین اس کے حق میں یہ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے اس بیٹے کو جنت میں حضرت موسیٰ کا پڑوسی بنا دے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری دعا قبول ہو چکی ہے۔(نزھۃ المجالس ج 1 ص 636)

تو جناب ثابت ہوا کہ یہ قصاب بھی والدین کی خدمت کر کے ہزاروں بلکہ لاکھوں نوافل پڑھنے والوں سے آگے نکل گیا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والد کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے(مشکوۃ ج 2 ص 439 باب صلہ رحمی)

فرمایا کہ جو شخص رات کو سورہ بقرہ کا آخر پڑھتا ہے تو اس کیلئے تمام رات کے قیام کا ثواب (یعنی تمام رات کی نفلی عبادت کا ثواب) لکھا جاتا ہے(مشکوۃ ج 1 ص 470 فضائل قرآن)

فرمایا کہ جو شخص رات کو دو سو (200) آیتیں پڑھتا ہے تو اس کیلئے تمام رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے(مشکوۃ ج 1 ص 473 فضائل قرآن)

خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے(فیضان سنت ص 157)

جو شخص کسی مسلمان کے دل کو خوش کرتا ہے تو یہ ساٹھ سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے (فیضان سنت ص 825)

جس گھڑی انسان اپنے آپ کو ذلیل خیال کرے یہ اس کی ستر (70) سال کی عبادت سے بہتر ہے (فیضان سنت ص 305)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے سلیمان بن ابی حشمہ کو جماعت میں نہ دیکھا تو اس کی والدہ سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ساری رات نوافل پڑھتا رہا ہے۔ صبح کو نیند آ گئی تو سو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سوتا رہتا اور صبح کو جماعت سے نماز پڑھ لیتا تو یہ تمام رات کے نوافل پڑھنے سے بہتر تھا (مشکوۃ باب جماعت کی فضیلت ج 1 ص 229)

یعنی جماعت واجب ہے اس لیے نوافل کی وجہ سے جماعت کو نہیں چھوڑنا چاہیے (مرآت ج 2 ص 179) لیکن ہمارے بعض دوست گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور جماعت کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ مخالفین ان لوگوں کو کچھ نہیں کہتے جو کہ واجب کے تارک ہیں بلکہ فرضی نماز کے تارک ہیں۔ ہاں اگر کہتے ہیں تو سالک کو کہتے ہیں جو کہ فرائض و واجبات اور سنت موکدہ کا پابند ہے۔

جہاد

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں ایک رات یا ایک دن چوکیداری کرنا ایک مہینہ کے روزوں اور ایک مہینہ کے قیام سے بہتر ہے (مشکوۃ ج 2 ص 210)

تو جناب اس قیام میں نوافل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی راہ میں ٹھہرنا اپنے گھر میں ستر (70) سال تک نماز پڑھنے سے بہتر ہے (مشکوۃ ج 2 ص 218 کتاب الجہاد)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اول دن یا آخر دن اللہ کی راہ میں جانا یہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور تمہارے ایک کا صف میں کھڑا ہونا ساٹھ (60) سال کی نماز سے بہتر ہے۔

(مشکوۃ ج 2 ص 222 کتاب الجہاد)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ رکھنے والے اور قیام کرنیوالے (یعنی نماز پڑھنے والے) کی طرح ہے جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے تھکتا نہیں ہے۔

(مشکوۃ ج 2 ص 209 کتاب الجہاد)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ماں کے ساتھ نیکی کرے گا تو اسے حج وعمرے اور جہاد کا ثواب ملے گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص 169) فرمایا والدین کی خدمت کرنا جہاد ہے (مشکوۃ ج 2 ص 215 کتاب الجہاد) حضرات گرامی ثابت ہوا کہ جہاد کرنا بہت ہی اچھا عمل ہے لیکن ذکر کرنا اس سے بھی اچھا عمل ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا جہاد سے بھی افضل ہے

حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا آدمی افضل ہے اور قیامت کے دن درجہ میں بلند تر ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالا کہا گیا کیا جہاد کرنیوالے سے بھی افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو کافروں اور مشرکوں سے جنگ کرے اور تیری تلوار بھی ٹوٹ جائے اور تو خون سے لت پت ہو جائے تو پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے افضل ہے (مشکوۃ ج 1 ص 496 باب ذکر)

ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں ہے تو صحابہ کرام

نے عرض کی کہ جہاد بھی اس کے مقابلے کا نہیں ہے تو فرمایا کہ جہاد بھی نہیں ہے یہاں تک کہ تو اپنی تلوار توڑ لے یہ بھی کم ہے (یعنی ذکر کے مقابلے میں جہاد بھی کم ہے)

مشکوۃ ج 1 ص 497 باب ذکر)

فرمایا کہ عملوں میں سے بہترین عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے جو کہ اللہ کے نزدیک پاکیزہ ہے اور درجوں کے لحاظ سے بلند ہے اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے حتی کہ جہاد کرنے سے بھی افضل ہے (مشکوۃ ج 1 ص 494 باب ذکر)

مجلس ذکر میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بھی افضل ہے (صراط مستقیم ص 15)

حضرات گرامی ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نوافل پڑھنے والے سے جہاد کرنے والا افضل ہے اور جہاد کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا افضل ہے تو اب اگر کوئی اپنے شیخ کے امر کے مطابق صرف چند دن تک نوافل کی بجائے ذکر الہٰی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس میں شریعت کی کونسی حد ٹوٹتی ہے۔

﴿چند بزرگان دین کے احوال اور اقوال﴾

حضرات گرامی اب ہم ان چند بزرگان دین کا ذکر کرتے ہیں کہ جنہوں نے علم وعمل کی بلندیوں کو چھو کر بلکہ درس وتدریس وعظ ونصیحت اور فتوی نویسی میں اپنا نام روشن کیا جو کہ سینکڑوں نوافل پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ لیکن جب اس باطنی دولت کے حصول کی خاطر قدم اُٹھایا تو ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ کر چلہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔

۱۔ **(حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ)** حضرات گرامی آپ" مولانا روم کے نام سے مشہور ہیں اور یہ آپ کے اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ کے علم وعمل کا ستارہ عروج پر تھا کہ ایک دن آپ حوض کے کنارے بیٹھے تھے اور آپ کے سامنے کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک درویش آیا اور کہا یہ کیا ہے۔ تو مولانا نے کہا چیزے است کہ تو نمی دانی۔ یعنی یہ وہ چیز ہے کہ جسے تم نہیں جانتے درویش نے سنا اور فوراً کتابیں اُٹھا کر حوض میں ڈال دیں تو مولانا سخت غصے میں آ گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے تم نے تو میری زندگی کی کمائی برباد کر ڈالی تو درویش نے مسکرا کر حوض میں ہاتھ ڈالا اور تمام کتابیں باہر نکال کر رکھ دیں۔ مولانا نے دیکھا کہ کسی کتاب کا ایک ورق بھی نہ بھیگا تھا تو کہنے لگے کہ یہ کیا ہے تو درویش نے کہا کہ چیزے است کہ تو نمی دانی۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسے تم نہیں جانتے تو مولانا روم فوراً درویش کے قدموں میں گر گئے تو درویش نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بیعت فرما کر اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرما لیا تو پھر مولانا نے اس باطنی دولت کو حاصل کرنے کیلئے درس وتدریس وعظ ونصیحت ہدایت اور فتویٰ نویسی وغیرہ سب کچھ چھوڑا اور صلاح الدین زرکوب کے حجرہ میں گوشہ نشین ہو کر چلہ کش ہو گئے اور پھر تقریباً چھ ماہ تک اسی حجرہ میں چلہ کش رہے اور اس مدت میں انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا اور کھانا پینا ترک کر دیا یہاں تک کہ صلاح الدین زرکوب کے علاوہ کسی کو بھی ان کے حجرہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی تو جب چلہ ختم ہوا تو مولانا کی حالت یکسر بدل گئی یعنی انہوں نے درس وتدریس وعظ ونصیحت اور افتاء وغیرہ ترک کرنے کے علاوہ لباس میں بھی تبدیلی اختیار کر لی اور پہلے سماع

سُنتے نہیں تھے اور اب اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا لوگوں نے آپ کی اس حالت پر بڑا افسوس کیا کہ مولانا کو کیا ہو گیا ہے۔ اور کہنے لگے کہ مولانا کی اس حالت کے ذمہ دار شمس تبریز ہیں تو پھر لوگ حضرت شمس کے دشمن اور مخالف ہو گئے اور پھر طرح طرح کی آپ کو تکلیفیں پہنچانے لگے تو جب یہ مخالفت حد سے بڑھ گئی تو آپ قونیہ کو چھوڑ کر دمشق چلے گئے تو مولانا روم درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کی طرف تو کیا لوٹتے بلکہ آپ کی حالت مرشد کی جدائی میں اور بھی قابلِ رحم ہو گئی اور آپ مرشد کی جدائی میں نہایت رقت انگیز اشعار پڑھا کرتے تھے اور کھانا پینا چھوٹ گیا اور اس کے علاوہ عام لوگوں سے تو کیا ملتے بلکہ اپنے خاص مریدوں شاگردوں اور خادموں سے بھی کنارہ کش ہو گئے تو جن لوگوں نے آپ کے مرشد کی مخالفت کی تھی وہ سخت نادم ہوئے اور مولانا سے جا کر معافی مانگی اور آپ کے مرشد کو منا کر لانے کا وعدہ کیا تو جب آپ کے مرشد کو منا کر لائے تو پھر لوگ پیر اور مرید کی محبت کو نہ دیکھ سکے اور آخر آپ کے مرشد کو شہید کر ڈالا اور نعش غائب کر دی (حکایات رومی ص 20 از طالب ہاشمی)

۲۔ **(حضرت امام غزالی)** حضرات گرامی جس وقت آپ کا علمی ستارہ دنیا میں عروج پر تھا تو آپ نے تصوف کی طرف نظر کی اور حضرت جنید بغدادی امام ابوبکر شبلی اور حضرت بایزید بسطامی کے ملفوظات اور دیگر مشائخ کرام کی تصنیفات کا مطالعہ کیا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی یعنی دنیا کی دل فریبیوں کا صحیح نقشہ آپ کے سامنے گھوم گیا اور آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ درس و تدریس بھی شہرت طلبی کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے آخرت کی نجات بھی حاصل نہیں کی جا سکتی لہذا اس فیصلے

نے آپ کو وطن چھوڑنے پر یہاں تک مجبور کر دیا کہ آپ تمام تعلقات سے دست بردار ہو کر بغداد سے نکل کر شام کی طرف چل پڑے اور دمشق اور بیت المقدس پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو گئے (روشنی کی طرف ص 9-71-73)

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی مصروفیات کی طرف نگاہ ڈالی تو ان کا بیشتر حصہ تعلیم و تدریس میں پایا پھر میں نے نگاہ ڈالی کہ اس تعلیم و تدریس میں میری نیت کیسی ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ میری یہ خدمت بھی خالصاً لوجہ اللہ نہیں ہے بلکہ شہرت پسندی طلب جاہ و ناموری بھی اس کی متحرک ہے جو مجھے اس خدمت پر اُبھارتی ہے تو پھر مجھے ان حالات میں یقین ہو گیا کہ میں دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہوں اور اگر میں نے اس کی تلافی نہ کی تو قریب ہے کہ میں دوزخ میں گر جاؤں اس لیے کبھی تو میں ارادہ کرتا کہ یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بغداد سے نکل جاؤں اور کبھی خیال آتا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا اور تذبذب کا یہ عالم تھا کہ ایک قدم آگے بڑھاتا تو دوسرا پیچھے ہٹاتا اور اگر کسی صبح کو حصولِ آخرت کی سچی رغبت دل میں پیدا ہوتی تو اسی شام کو خواہشاتِ نفس حملہ آور ہو کر ان خیالات کو منتشر کر دیتی تھیں اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ اگر ایک طرف دنیاوی خواہشات پاؤں میں زنجیر ڈال کر مجھے روکنا چاہتیں تو دوسری طرف سے ایمان کا منادی پکارتا کہ آخرت کے سفر کا وقت آ گیا ہے اور تھوڑی عمر باقی ہے دور دراز کا سفر ہے اور یہ جو علوم و فنون کا بکھیڑا تم نے پھیلا رکھا ہے یہ سب وہمی اور خیالی باتیں ہیں اس لیے اب بھی وقت ہے کہ اس سفر کی تیاری کر لو ورنہ وقت نکل گیا تو پھر کچھ ہاتھ نہ آئے گا لہٰذا اسی تردّد اور کش مکش میں کم و بیش چھ ماہ گزر گئے کہ جب میں دنیاوی تعلقات پر نظر ڈالتا تو وہ اپنی رنگینیاں دکھا کر میرا دل لبھاتے اور

دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دیتے اور جب اُخروی زندگی نگاہ میں آتی تو پھر وہی دل میں کُھب جاتی اور کوئی چیز نہ بھاتی آخر انہیں تردّدات میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میں بے اختیار ہو گیا اور اضطراب و بے چینی سے بڑھ کر وارفتگی کی حالت پیدا ہو گئی اور میری زبان ساتھ نہ دیتی اور میں ایک لفظ بھی نہ پڑھا سکتا اس زبان بندی سے جو مجھے قلق ہوا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری قوتِ ہاضمہ خراب ہو گئی جو چیز کھاتا پیتا ہضم نہ ہوتا بلکہ کھانے کا کوئی لقمہ یا پانی کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہ اُترتا قوت جواب دے گئی ہمت پست ہو گئی اطباء نے علاج معالجہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور مجھے چاروں طرف سے مایوسی نے گھیر لیا اب جب کہ میں ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ الٰہی مجھے اس طوفان سے ساحلِ مقصود تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری التجا قبول کی اور میرا بوجھ ہلکا فرمایا تو پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس دنیاوی عزت و وجاہت بلکہ اہل و عیال اور احباب کو راہِ مولیٰ چھوڑ دینا چاہیے تو جب اس بات کا علم اُمراء و ارکان سلطنت بلکہ علماء و ائمہ عراق کو ہوا تو انہوں نے مجھے اس ارادہ سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن جب انہوں نے کافی التجاء و التماس کے باوجود بھی کام بنتا نہ دیکھا تو پھر مجھ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی آخر میں نے بغداد کو چھوڑ کر ملک شام کی راہ لی اور تقریباً دو سال تک وہاں گوشہ نشینی تنہائی اور ریاضت و مجاہدہ میں وقت گزارا اور وہاں میرا کام تذکیہ نفس تہذیب اخلاق اور ذکر الٰہی کے لیے تصفیہ قلب تھا اور یہاں تصوف اور سلوک نے میری رہنمائی کی اور اب یہاں میرا مشغلہ یہ تھا کہ میں کبھی تو دمشق کی جامع مسجد میں بہ نیت اعتکاف چلا جاتا اور وہاں کسی منارہ پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتا اور یادِ الٰہی میں تمام دن گزار دیتا اور کبھی یہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچتا اور اس کے کسی حجرے

میں دروازہ بند کر لیتا اور تمام دن وہاں گزار دیتا پھر کچھ عرصہ بعد حج کے لیے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پہنچا اور وہاں سے فیوض و برکات حاصل کیئے آخر دس سال کی محنت و مشقت کے بعد ان خلوتوں سے اللہ تعالی کے فضل سے مجھ پر جو اسرار و نکاتِ منکشف ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں۔

(روشنی کی طرف ص 70 باب صوفیائے کرام کے مسلک کے بیان میں)

۳۔ **حضرت شیخ علوان حموی۔** جو کہ ایک معتبر عالم دین اور مفتی اور مدرّس تھے جب آپ حضرت سیّد علی بن میمون مغربی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیّد صاحب نے ان پر خصوصی توجہ فرمائی اور اُن کو سارے مشاغل وغیرہ یعنی درس و تدریس اور فتویٰ نویسی وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا تو پھر عوام کا تو کام ہی اعتراض کرنا اور گالیاں دینا ہے اس لیے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ حضرت شیخ صاحب کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا ہے اور شیخ کو ضائع کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ پھر کچھ دنوں کے بعد سیّد صاحب کو خبر پہنچی کہ شیخ صاحب کسی وقت قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں تو سیّد صاحب نے ان کو اس سے بھی روک دیا تو پھر تو لوگوں کی مخالفت کا پوچھنا ہی کیا سیّد صاحب پر زندیقی اور بددینی کے الزام لگنے شروع ہو گئے لیکن چند روز کے بعد جب شیخ پر ذکر الٰہی کا اثر ہوا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی تو پھر سیّد صاحب نے فرمایا کہ اب تم قرآن مجید کی تلاوت شروع کرو تو جب قرآن پاک کھولا تو پھر ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا تو پھر سیّد صاحب نے فرمایا کہ میرا مقصد تلاوتِ قرآن سے منع کرنا نہیں تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا تھا جو اب ان کو نصیب ہوئی ہے۔ (فضائل اعمال باب فضائل ذکر

فصل سوم ص 465، صراط مستقیم ص 31)

تو جناب اب بتائیں کہ مولانا روم اور امام غزالی اور شیخ علوان حموی جیسی علمی اور بزرگ ہستیوں نے اپنوں اور بے گانوں کے ہزار بار سمجھانے کے باوجود بھی ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر بلکہ ان کی مخالفتوں اور دشمنیوں کو جھولی میں ڈال کر اور ہزاروں شاگردوں مریدوں اور عام لوگوں سے کنارہ کش ہو کر بلکہ خیر کم من تعلم القرآن و علمہ۔

کے مقام کو چھوڑ کر مناروں اور حجروں کے دروازوں کو کیوں بند کر لیتے تھے اور پھر وہیں گوشہ نشینی تنہائی اور ریاضت و مجاہدہ تذکیہ و تصفیہ قلب کے لیے سارا سارا دن یاد الٰہی میں کیوں گزار دیتے تھے۔ جب کہ ایک عالم دین کی نیند بھی عابد کی عبادت سے افضل ہے اور اس کی سیاہی شہید کے خون سے افضل ہے اور اس کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اور یہ وارث الانبیاء ہیں۔ تو جناب اب بتائیں کہ اتنے کمالات ہونے کے باوجود بھی وہ بزرگ مناروں اور حجروں کو بند کر کے سارا سارا دن گوشہ نشینی اور تنہائیوں میں کیوں گزار دیتے تھے تو جناب یہ سب کچھ اس باطنی دولت کے حصول کی خاطر کرتے تھے۔

۴۔ **فقیر امام الدین جامع ملفوظات۔** فرماتے ہیں کہ ایک دن بندہ نے قبلہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں قرآن شریف یاد کر لوں یا نہ تو حضرت قبلہ نے قرآن مجید یاد کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ پیر مریدوں کو تمام وظائف سے منع کرتے ہیں سوائے ایک وظیفہ کے اور کچھ نہیں بتلاتے چنانچہ حضرت قبلہ نے بندہ کو بیداری اور

خواب میں بارہا دفعہ فرمایا ہے کہ ذکر جانی (یعنی ذکر قلبی) بہت کیا کرو کیونکہ یہ سریع الاثر ہے

(اردو ترجمہ نافع السالکین ص 256)

اس سے ثابت ہوا کہ اس سے قبل بھی مشائخ کاملین اپنے مریدوں کو تمام وظائف سے روک کر صرف ذکر قلبی کرواتے تھے جیسا کہ ثابت ہوا ہے اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو قرآن مجید حفظ کرنے کی اجازت مانگنے پر منع فرمادیا حالانکہ حفظ قرآن کی فضیلت سے کون واقف نہیں ہے کہ کئی احادیث حافظ قرآن کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مگر یہاں حضرت خواجہ صاحب نے حفظ قرآن سے منع فرما کر ذکرِ قلبی خفی کی زیادہ تلقین فرمائی ہے۔

(جواز المنع عن النوافل ص 33)

۵۔ حضرت مجدد الف ثانی کا پیغام۔

سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے اوقات کو ذکر سے اس طریقہ پر آباد رکھے کہ فرائض اور سنت موکدہ کی ادائیگی کے علاوہ کسی چیز میں بھی مشغول نہ ہو یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید اور نفلی عبادت کو بھی موقوف رکھے اور باوضو ذکر کرے اور کھڑے بیٹھے لیٹے ہوئے بھی اس کام میں مشغول رہے اور آتے جاتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے یعنی کسی وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے بلکہ اس طرح ذکر کرے کہ مذکور کے علاوہ ہر چیز اس کے سینے کے میدان سے اپنا سامان باندھ کر کوچ کر جائے۔

(مکتوبات دفتر سوئم حصہ دوئم ص 36 مکتوبات نمبر 84)

۶۔ ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں کہ مشائخ طریقت نے مبتدی کیلئے ذکر کے علاوہ کچھ اور

تجویز نہیں کیا اور اس کیلئے صرف فرائض وسنت کو ہی کافی سمجھا ہے اور نفلی کاموں سے منع کیا ہے۔

(مکتوبات ج 2 ص 208 مکتوب نمبر 57 صراط مستقیم ص 56)

۷۔ حضرت شیخ شہاب الدین شہروردی فرماتے ہیں کہ مبتدی کو چاہیے کہ فرائض اور سنتوں کو ادا کر کے پھر اپنے وقت کو ذکر الٰہی میں گزارے

(رسائل نقشبندیہ ص 55۔ صراط مستقیم ص 11)

۸۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرماتے ہیں۔ کہ طالب کو چاہیے کہ دن رات لا الہ الا اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور سوتے جاگتے اسی کا ذکر کرے نوافل اور دوسرے اذکار و تسبیحات کو ترک کر دے اور نماز فرض اور کلمہ کے ذکر کو ہی ضروری جانے اور صرف کلمہ کے ذکر سے ہی تعلق رکھے۔ (رسائل نقشبندیہ ص 57 صراط مستقیم ص 12)

۹۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم فرماتے ہیں کہ طالب کا کام فرائض وسنت کے ادا کرنے کے بعد شغل باطنی ہے یعنی باطنی ذکر کرنا ہے نہ کہ نوافل اور دوسرے اعمال وغیرہ میں لگا رہے۔ (زبدۃ المقامات ص 159 صراط مستقیم ص 13)

۱۰۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کا معمول تھا کہ اگر وقت ہوتا تو تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد ادا فرماتے ورنہ صرف فرضوں اور موکدہ سنتوں پر کفایت کرتے (صراط مستقیم ص 11)

۱۱۔ حضرت شیخ قطب الدین دمشقی فرماتے ہیں کہ طالب فرائض اور سنتیں ادا کرنے کے بعد نفی اثبات میں مشغول ہو جائے کہ یہ جملہ اذکار تسبیحات اور نوافل کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

(امداد السلوک ص 114۔ صراط مستقیم ص 24)

۱۲۔ مولانا سعید الحسن شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ مبتدی کو چاہیے کہ اپنا زیادہ وقت ذکر الٰہی میں گزارے تاکہ اس کا دل روشن ہو جائے اور نفسانی خواہشات سے نجات مل جائے اور متوسط کو تلاوت قرآن میں اور منتہی کو بکثرت نوافل میں گزارنا چاہیے (صراط مستقیم ص 25 ارشاد السلوک ص 18 حصہ دوم)

۱۳۔ حضرت خواجہ عبدالحلیم چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیے کہ فرائض و واجبات اور سنتیں ادا کرنے کے بعد اپنا وقت باطنی شغل یعنی باطنی ذکر الٰہی میں گزارے اور نوافل و وظائف میں زیادہ غافل نہ ہو (آداب طریقت 45۔ صراط مستقیم ص 25)

۱۴۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں کہ طریقت کے طالبین کیلئے ضروری ہے کہ باطنی عمل کی مشغولیت کو اپنے اوپر لازم کرلیں جن میں سے ایک ذکر الٰہی بھی ہے۔ (نسمات القدس 194- صراط مستقیم ص 25)

۱۵۔ حضرت غلام نبی فرماتے ہیں کہ مبتدی کو چاہیے کہ فرائض اور سنت پر اکتفاء کرے اور ہر وقت اسم ذات یعنی اللہ کے ذکر میں مصروف رہے اور منتہی کو قرآن شریف اور نوافل پڑھنا چاہیے (ملفوظات غلام نبی ۔ صراط مستقیم ص 26) یعنی منتہی کو چاہے کہ قرآن شریف اور نوافل وغیرہ پڑھے اور مبتدی کو چاہیے کہ وہ باطنی ذکر یعنی قلبی ذکر میں مشغول رہے۔

۱۶۔ غلام علی دہلوی فرماتے ہیں کہ ابتدا میں سالک کا دل فرائض اور سنتوں پر اکتفاء کرتا ہے۔ اور نوافل پر آمادہ نہیں ہوتا (صراط مستقیم ص 26)

۱۷۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی فرماتے ہیں کہ سالک کو ابتدائی احوال میں تلاوت و نوافل

سے فساد واقع ہوتا ہے (فیض نقشبندیہ ص 24 صراط مستقیم ص 27)

۱۸۔ اشرف علی تھانوی سے ایک سائل نے پوچھا کہ حسب ارشاد معمولات پورے کرنے کے بعد اگر اجازت ہو تو اخبار اور کتاب وغیرہ دیکھ لیا کروں تو کہا کہ ابھی اخبار اور کتاب وغیرہ کا مطالعہ نہ کریں اور جب غیر مضر ہو گا تو اجازت دے دی جائے گی اس لئے ابھی ذکر الٰہی کو دل میں جمانے کی کوشش کریں۔ (تربیت السالکین ص 423,424 جز اول۔ صراط مستقیم ص 34)

۱۹۔ اس لئے مشائخ نئے سالک کو ہر قسم کے مطالعہ سے روکتے ہیں بلکہ نفلی عبادات اور وردو وظائف سے بھی منع کرتے ہیں تاکہ اس کا ذکر پکا ہو جائے (صراط مستقیم ص 34،

لگی مرض یعقوب تیری دی طب وچ تے کوئی دوا ناہیں

فائدہ دیوے اوہو دوا جو مرشد آپ پلا جاوے

۲۰۔ ایک شخص نے کہا کہ میں فلاں سے اللہ کیلئے بغض رکھتا ہوں تو یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی تو حضور ﷺ نے اسے بلا کر اس کی وجہ دریافت فرمائی تو کہنے لگا کہ یہ شخص میرا پڑوسی ہے اور اسے میں نے فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور رمضان کے علاوہ کوئی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور زکوٰۃ کے علاوہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے نہیں دیکھا تو جس کے متعلق کہہ رہا تھا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس سے پوچھئے کہ میں نے ان کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی کی ہے تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُٹھ یہ تجھ سے بہتر ہے۔ (الدار المنثور حیات الصحابہ اردو ص 665۔ حصہ دوم۔ التبیان القرآن ص 900۔ صراط مستقیم ص 44)

یعنی شرعی طور پر بھی فرائض واجبات اور سنت موکدہ پر تاکید ہے نفلی چیزوں پر نہیں جیسا کہ ہم نے ابتدا میں بیان کیا ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ جو نفلی چیزوں پر تاکید کرتا ہے وہ خود غلطی پر ہے۔

تو جناب اب ہم ان سوال کرنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب ایک سالک کو اس کی منزل مقصود تک پہنچنے کے متعلق تم زیادہ جانتے ہو یا حضرت مجدد الف ثانی اور یہ بزرگان دین اور ہاں کیا اس سلوک کی منازل کے متعلق تمہیں زیادہ علم سمجھ تجربہ اور مقام حاصل ہے یا حضرت مجدد الف ثانی اور ان بزرگان دین کو تو اگر آپ کہیں کہ جناب ہم تو حضرت مجدد الف ثانی اور ان بزرگان دین کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں تو پھر ہم کہیں گے کہ جناب پھر تم کون ہو جو حضرت مجدد الف ثانی اور ان بزرگان دین کے مریدوں کے درمیان ٹانگ اڑانے والے کیونکہ جب حضرت مجدد الف ثانی اور یہ بزرگان دین تو اپنے مریدوں پر ابتدا میں نوافل وغیرہ کی پابندی نہیں لگاتے بلکہ اس کا امر منتہی کو دے رہے ہیں اور سالک کو چند دنوں تک فرائض اور سنت موکدہ کے علاوہ ہر قسم کی نفلی عبادت بلکہ تلاوت قرآن مجید سے بھی روک رہے ہیں اور قلبی ذکر کا امر فرما رہے ہیں اور تم اس پر اعتراض کر رہے ہو۔تو جناب کیا حضرت مجدد الف ثانی اور ان بزرگان دین نے یہ احادیث مبارکہ نہ پڑھیں تھیں جو تم نوافل کے فضائل میں پیش کرتے ہو تو جناب اگر ان کو ان تمام احادیث مبارکہ کا علم تھا تو پھر انہوں نے یہ کیوں فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ فرائض و واجبات اور سنن موکدہ کو ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن اور نفلی عبادت کو بھی موقوف رکھے اور خود کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھے اور ہاں جو خود کو نقشبندی مجددی کہلواتا ہے۔اسے تو خود اس طریقے پر عمل کرنا چاہیے تھا نہ کہ مخالفت اور ہاں پھر وہ مجددی ہی کس چیز کا ہے جو کہ خود ہی حضرت مجدد

الف ثانی کے طریقے کی مخالفت کر رہا ہے۔

بلکہ مجدد پاک تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ کسی کامل کی اجازت کے بغیر درود شریف بھی شروع کرنے سے وہ ذکر زیادہ بہتر ہے جو طالب اپنے شیخ سے حاصل کرے۔ (مکتوبات ج 2 حصہ ہفتم ص 1133 مکتوب نمبر 57 جواز المنع عن النوافل ص 33)

تو جناب اب بتائیں کہ جب حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اور دوسرے بزرگانِ دین بھی مبتدی کو نفلی عبادت بلکہ قرآن پاک کی تلاوت سے بھی منع فرماتے رہے ہیں۔ تو اب کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ سختی سے اس کا حکم دے۔ حالانکہ نوافل اور قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت سے کون واقف نہیں ہے تو یہ آخر ایسے کیوں ہے تو جناب یہ صرف اس باطنی دولت کے حصول کی خاطر ہے حالانکہ تلاوت قرآن اور نوافل کے فضائل والی احادیث مبارکہ ان کو بھی یاد تھیں۔

۲۱۔ **(حضرت اویس قرنیؓ)** حضرات گرامی آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت کی وجہ سے حضور ﷺ کی زیارت ہی نہیں کی کہ جس سے مسلمان صحابی بن جاتا ہے جو کہ زندگی میں لاکھوں بلکہ کروڑوں نوافل پڑھنے سے بھی افضل و اعلیٰ مقام ہے۔ بلکہ انسان کی تمام زندگی کی عبادت ایک طرف اور زندگی میں حضور ﷺ کی زیارت ایک طرف یعنی آپ نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی اور ماں کی خدمت کی ہے حالانکہ حضور ﷺ کی زیارت مبارکہ پر کروڑوں ماں باپ قربان ہیں تو کیا اب کسی مفتی یا محدث یا مفسر نے حضرت اویس قرنی پر یہ فتوی لگایا یا اعتراض کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے۔ اور ہاں اگر آج کا یہ مسلمان اُس وقت ہوتا تو یہ

ضرور اعتراض کرتا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے تو جناب نوافل سے اگر انسان مقرب ہوتا ہے تو زیارت رسول ﷺ سے صحابی رسول ﷺ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابوالحسن نوری نے حضرت شبلی سے دوران وعظ فرمایا کہ بے عمل سے اللہ خوش نہیں ہوتا لہذا اگر تم با عمل عالم ہو تو وعظ جاری رکھو ورنہ منبر پر سے نیچے اُتر آؤ یہ سن کر حضرت شبلی نے محسوس کیا کہ یقیناً میرے عمل میں کوئی کمی ہے اور منبر سے نیچے اتر آئے اور گوشہ نشین ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تو لوگ دوبارہ تعظیماً آپ کو منبر پر لے آئے تو حضرت نوری اطلاع پاتے ہی وہاں پہنچے اور دوران گفتگو فرمایا کہ تم خالق و مخلوق کے مابین حجاب و واسطہ بنے رہے جب کہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ تم دونوں کے درمیان حجاب کا واسطہ بن سکو اور مجھے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں اسی بنا پر میں تمہیں کار آمد بندہ تصور نہیں کرتا (تذکرۃ الاولیاء ص 242)

تو جناب ثابت ہوا کہ بزرگان دین پہلے ذکر الٰہی سے قلب کی صفائی کرتے ہیں جیسا کہ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ صقالۃ القلوب ذکر اللہ یعنی دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے (مشکوۃ باب ذکر) اور پھر اس کے بعد کسی دوسری چیز کی اجازت دیتے ہیں جس کے متعلق سرکار اعلیٰ حبیت پوری یوں فرماتے ہیں۔

جس اپنی زندگی رنگنی اے

اوسوہنے پیر دے در تے آجاوے

نالے ویکھ لوے سوہنے مرشد توں نالے اپنا آپ وکھا جاوے

پر اک گل ماہی ملدا انہیں بناں ملیاں ملنے والیاندے

جے طلب تیرے دل ملنے دی پھڑ مرشد ماہی ملا جاوے

پر جاگ بناں دودھ جمدا نہیں بناں جمیاں مکھن لبھدا نہیں

لا جاگ چنگی پھر رڑکیں خودنوں ویکھ مکھن ہتھ آ جاوے

جناں یار دا جلوہ پایا اے اوہ سبھناں ولوں ہتھ دھو بیٹھے

اوہ مرنیوں پہلے مرگئے نے جنہاں عشق دا سبق پکایا اے

دنیا بے وفا کمینی ہے پیار اس دا کیوں دل پا بیٹھوں

اج ٹھیک تیری گل ہور کسے دی اے تیرا ساتھ بُھلا جاوے

یا مولیٰ میں سائل تیرا خواہ قابل خواہ نا قابل

پر تخی نہ ویکھن عیباں نوں دے ٹورن اوجو آ جاوے

گی مرض یعقوب تیری دی طب وچ تے کوئی دوا نا ہیں

فائدہ دیوے اوہو دوا جو مرشد آپ پلا جاوے

☆☆☆☆☆☆

ثواب میں اضافہ

صحابی کا ایک کلو جوء خیرات کرنا ہمارے پہاڑ جتنا سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے عالم کی دو رکعت جاہل کی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (فیضان سنت ص 299) قرب قیامت ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ (مشکوۃ ج 3 ص 48 باب نزول عیسیٰ شرح صحیح مسلم ج 1 ص 260)

عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے۔ عالم کی سیاہی شہید کے خون سے افضل ہے۔

عشاء اور فجر جماعت سے پڑھنا تمام رات عبادت کرنے سے افضل ہے (مشکوۃ) علم کا ایک باب پڑھنا ہزار رکعت سے افضل ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج2 ص380) قرآن کی ایک آیت سمجھ کر پڑھنا ہزار آیت بغیر سمجھ کر پڑھنے سے افضل ہے (تفسیر نور العرفان ص142)

عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہے۔ (کفایۃ الاتقیا ص221۔ ہدایۃ لسالکین ص324)

ایک آیت کو سوچ کر پڑھنا یعنی سمجھ کر پڑھنا ساری رات میں دوبار قران ختم کرنے سے بہتر ہے۔ (خوشنما قرآن مجید مترجم مع فوائد موضح القرآن ص550)

ایک عارف کامل کا زبان قلب سے کلمہ پڑھنا ستر (70) ہزار قرآن ختم کے برابر ہے (نور الہدی ص34) ۔صدقہ ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے۔ (انیس الارواح ص42)

عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کے 70 رکعت سے افضل ہے (فیضان سنت ص737)

عمامہ سے ایک جمعہ 70 جمعہ کے برابر ہے (فیضان سنت ص737)

مسواک کی فضیلت بغیر مسواک نماز پر 70 گنا زائد ہے

جماعت سے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے 27 درجہ زیادہ اجر ہے اور جامع مسجد میں 500 گنا مسجد نبوی میں 50 ہزار اور خانہ کعبہ میں ایک لاکھ نماز کا اجر ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج3 ص208)

رمضان میں ایک رکعت غیر رمضان کی 70 رکعت کے برابر ہے

لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک دن اپنے مرشد کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بہشت میں مروارید کی ہزار محل اسے عطا فرمائے گا۔ اور ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ (شاہ اجمیر ص 200)

مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے (مرآت ج 3 ص 140)

اور سلوک کی منزل حاصل کرنے کے بعد دو رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعت سے بہتر ہے

(۔جواز المنع عن النوافل ص 12)

اگر کھانے کا ایک لقمہ کم کھایا جائے تو ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے (صراط مستقیم ص 26)

سنت کے مطابق دوپہر کا سونا ہزار سال کی عبادت ریاضت ومجاہدات سے کہیں بہتر ہے۔

(صراط مستقیم ص 24)

فرض سنت اور نفل کے متعلق لکھتے ہیں کہ فرض اور سنت کے درمیان دریائے محیط اور قطرہ کی نسبت ہے اور پھر سنت اور نفل کے درمیان دریا اور قطرہ کی نسبت ہے لہذا ثابت ہوا کہ فرض اور نفل کے درمیان دریا اور قطرہ کی بھی نسبت نہیں ہے (صراط مستقیم ص 8)

زکوۃ میں ایک دمڑی دینا نفلی صدقہ میں ایک لاکھ روپیہ دینے سے بہتر ہے (صراط مستقیم ص 7)

ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہزار چلوں سے بہتر ہے (صراط مستقیم ص 4)

حضور ﷺ نے فرمایا اے حسین فرائض ادا کیا کرو تمہارا شمار بڑے عبادت گزاروں میں ہوگا اور حضرت فرماتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی استقامت ہے۔

(ضیاء القرآن ج 4 ص 264-343 صراط مستقیم ص 47)

مجدد پاک فرماتے ہیں کہ ایک فرض کا ادا کرنا غیر شرعی اور خود اختیار کردہ ہزار چلوں سے بہتر ہے پھر فرماتے ہیں۔ کہ فرض کی ادائیگی اور چلوں میں قطرہ اور سمندر کی نسبت بھی نہیں ہے پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کی ایک نظر سے وہ فیض پایا ہے کہ جو دوسروں کو چالیس دن کی چلہ کشی سے بھی میسر نہیں اور آپ کی گفتگو میں وہ پایا جو دوسرے برسوں میں نہ پاسکے

(صراط مستقیم ص 10)

حضرت ابو العباس فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مرشد کے پاس ایک مجلس بیٹھے گا تو وہ سو (100) رکعت نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب پائے گا (صراط مستقیم ص 26۔ مقامات صوفیاء ص 277)

مرشد کامل کی صحبت یا کسی صاحب دل کی زیارت یا عالم ربانی کی مجلس کا میسر ہونا تہا وردو وظائف کرنے سے کہیں بہتر ہے (صراط مستقیم ص 26)

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کی ایک نظر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے

(صراط مستقیم ص 27)

حضرت خواجہ باقی باللہ کی ایک صحبت سے طالبوں کو اتنے فوائد حاصل ہوتے تھے کہ جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی حاصل نہ ہوتے تھے۔ (صراط مستقیم ص 28)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے ہیں کہ اگر مرید نفلی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کا مرشد اسے آواز دے تو اسے چاہیے کہ نفلی نماز چھوڑ کر اپنے شیخ کا امر بجالائے کہ یہ نفلی نماز سے افضل ہے

(صراط مستقیم ص 41)

کامل مرشد کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا باطنی نسبت کو خراب اور بند کر دیتا ہے

(صراط مستقیم ص 27)

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں دل کے ایک دفعہ اللہ کہنے سے 72 ہزار قرآن ختم کرنے کا ثواب ہے (صراط مستقیم ص 21)

اور سرکار اعلیٰ ہیبت پوری جو کہ اپنے وقت کے قطب اور کامل ولی اللہ ہیں آپ فرماتے ہیں۔

یاری لاتوں پاک نبی سنگ اے پر پوری یاری

فیر درود قبول ہے تیرا لکھ نالوں اک واری

تو حضرات گرامی اب خود ہی اندازہ لگائیں کہ صرف چند دن تک نوافل سے رک کر سلوک کی منازل حاصل کر کے کس قدر فائدہ اور قرب الٰہی کا سبب ہے۔

سوال جی نوافل پڑھنا چاہئیں کیونکہ انکے متعلق حدیث میں ہے۔ یتقرب الی بالنوافل یعنی نوافل پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان آنکھیں اور ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے۔

جواب۔ جناب کون کہتا ہے کہ نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں ہاں ہاں ضرور پڑھنے چاہئیں لیکن یہ جو مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ جناب اس قرب سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بندہ میں حلول کر جاتی ہے۔ جیسے کوئلہ میں آگ اور دودھ میں شکر وغیرہ بلکہ اسکے چند مطلب ہیں۔

ا۔ یا تو وہ بندہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے اور خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ایسے کام کر لیتا ہے۔ جو عقل سے وراء ہیں۔

۲۔ یا وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا صرف اللہ تعالی کے لیے ہی استعمال کرتا ہے اور وہ ہر چیز میں اسے دیکھتا ہے۔ ہر آواز میں اسکی آواز سنتا ہے۔

۳۔ یا اسکے یہ اعضاء یعنی کان آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گناہ کے لائق نہیں رہتے اور ان سے ہمیشہ نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اور اس پر عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں گویا اس سے یہ ساری عبادتیں اللہ ہی کرا رہا ہے۔ (مرآت ج 3 ص 309)

تو اب ہم ان اعتراض کرنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب کیا آپ اس حدیث کے مطابق تمام زندگی نوافل پڑھ کر (مرآت ج 3 ص 309) کے حوالے کے مطابق فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ یا تمہاری مسجد کے کتنے نمازی اس مقام پر پہنچ چکے ہیں اگر نہیں تو کیوں جبکہ یہ سب نوافل پڑھتے ہیں۔ ہاں ہاں اگر نہیں تو پھر دوسروں پر اعتراض اور سختی کا کیا مطلب جبکہ تم خود ہی اس مقام سے محروم ہو۔

ارے ابھی تک تو تم اپنے اس نفس کو ہی قید نہیں کر سکے اور دعوی کرتے ہو فنا فی اللہ کا (واہ سبحان اللہ ذات دی کوہڑ کرلی تے چھتیراں نال جپھے)

تو جناب ابھی تک تو آپ کے مقتدی بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ بلکہ صحیح نمازی ہی نہیں بن سکے جماعت کے پابند نہیں پابند ہیں تو داڑھی نہیں داڑھی ہے تو سنت کے مطابق نہیں ہے سنت کے مطابق ہے۔ تو گھر میں بے غیرتی کا سامان مثلاً وی سی آر، سی ڈی، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا کیبل اور گندی فلموں اور گانوں وغیرہ کا سامان رکھا ہوا ہے گھر میں پردے کا ماحول نہیں حلال اور حرام کی جائز اور ناجائز کی تمیز نہیں۔ ارے اگر یتقرب الی بالنوافل سے ایسے ہی مقربین مراد ہیں تو

پھر ایسے مقربین کو ہمارا ہزار بار سلام ہے اور ہاں اگر یہ نمازی ستر (70) ستر (70) سال تک نمازیں پڑھنے کے باوجود بھی اس مقام کو حاصل نہیں کر سکے اور سالہا سال تک نمازیں پڑھنے کے باوجود بھی اس مقام سے محروم ہیں تو پھر اگر یہ سالک بیچارہ چند دن تک نوافل سے رُک کر شیخ کے امر کے مطابق باطنی تربیت کے بعد پانچ وقتی نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کے نوافل بھی شروع کر دے تو اس میں کیا حرج اور کونسی قباحت یا جرم ہے اور یاد رہے کہ حقیقت میں ذاکر وہی ہے جو احکام الٰہی کو بجالائے اور منع کی ہوئی تمام چیزوں سے بچے اگر چہ اسکی نفلی عبادت کم ہو اور جو حکام الٰہی کو بجا نہ لائے اور منع کی ہوئی چیزوں سے نہ بچے اگر چہ اس کی نفلی عبادت زیادہ ہو حقیقت میں وہ غافلوں میں ہی شامل ہے (صراط مستقیم ص 23)

۲۔ اور اب رہا مسئلہ اعضاء کا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال ہوتے ہیں تو کیا آپ کے اعضاء آپ کے قابو میں ہیں جن سے کوئی گناہ نہیں ہوا اور کیا آپ کو ہر چیز میں خدا کی ذات نظر آتی ہے۔ اور ہر آواز میں تم اس کی آواز سنتے ہو اگر نہیں تو کیوں جب کہ آپ تو ماشاء اللہ الحمدللہ نوافل بھی پڑھتے ہیں اور اب رہا مسئلہ کہ اس کے اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے تو کیا ماشاء اللہ آپ گناہوں سے پاک زندگی گزار رہے ہیں۔ یعنی آپ سے کوئی گناہ نہیں ہوتا ہاں ہاں ہوتا ہے ۔تو کیوں جبکہ آپ تو نوافل پڑھتے ہیں تو اب رہا مسئلہ نوافل پڑھنے کا تو جناب کون کہتا ہے کہ نہیں پڑھنے چاہئیں بلکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ پڑھنے چاہیں لیکن یہ تو چند دن تک صرف باطنی تربیت کے لیے روکا جاتا ہے نہ کہ ہمیشہ کیلئے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ حموی اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اور دوسرے بزرگان دین کا ذکر گزر چکا ہے بلکہ اسی باطنی تربیت کے لئے حضرت

امام غزالی اور حضرت مولانا روم اور حضرت شیخ حموی جیسے بزرگوں نے تو درس وتدریس اور وعظ و نصیحت فتوی نویسی جیسے نیک کاموں سے بھی ہاتھ کھینچ لیے تھے جو کہ ساری ساری رات میں سینکڑوں نوافل پڑھنے سے بھی نہایت ہی افضل اور اعلی عمل ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ مزید دیکھیں علماء کرام کی فضیلت کے متعلق ۔

(مشکوۃ کتاب العلم۔ شرح صحیح مسلم ج 7 کتاب العلم)

تو جناب ثابت ہوا کہ یہ باطنی دولت اتنی افضل اور اعلی ہے کہ جس کے حصول کی خاطر اگر بزرگان دین کو درس وتدریس اور وعظ ونصیحت جیسے نیک اعمال سے بھی رُکنا پڑا تو وہ رک گئے جو کہ سینکڑوں نوافل پڑھنے سے بھی افضل اور اعلی عمل ہے بلکہ اگر قرآن پاک کی تلاوت سے بھی رکنا پڑا تو رک گئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو پھر ہمیں کہنے دیجئے کہ جناب اگر اس باطنی دولت کے حصول کی خاطر سالک بھی چند دن تک نوافل سے رک جائے گا تو کونسی آفت آجاتی ہے یا کونسا جرم یا گناہ ثابت ہو جاتا ہے۔ ارے ایک تو ویسے ہی آج کل اس سلوک کی منزل حاصل کرنے سے لوگ گھبراتے ہیں اور اسے بہت بڑا بوجھ سمجھتے ہیں اور منکرین تو سرے۔سے ہی اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آئے دن بے شرمی، بے غیرتی اور بے حیائی کے راستے کھلتے جارہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ دنیا کے کاموں میں ہی ہر ایک کو آپا دھاپی پڑی ہوئی ہے

﴿حکایت﴾ ایک دفعہ ایک شخص راستہ کے کنارہ پر سامان کی گٹھڑی رکھ کر اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ کوئی شخص اس کا سامان اس کے سر پر رکھوا دے تو ایک شخص آیا اور اسے کہا تو وہ کہنے لگا کہ بھائی میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے دوسرا آیا اسے کہا تو اس نے بھی کہا کہ بھائی میرے پاس اتنا وقت

نہیں ہے۔تیسرا آیا اسے کہا تو اس نے بھی کہا کہ بھائی میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ ان کا وقت کہاں گیا تو جناب اس گئے گزرے دور میں جسے تم فارغ سمجھتے ہو اسے پوچھ کر دیکھو وہ ہی کہے گا کہ میرے جتنا کوئی مصروف ہی نہیں ہے۔اس لئے اس گئے گزرے دور میں اگر کوئی خوش بخت اپنا قیمتی وقت نکال کر اس باطنی دولت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو دوسری طرف تم ہو کہ اس پر طرح طرح کے اعتراضات کر کے اس کے راستے میں رکاوٹ بننا چاہتے ہو۔اور ہاں اب وہ وقت گیا کہ جب درویش لوگ ستر ۷۰ ستر سال ایک غار میں گزار دیا کرتے تھے اس لئے اب اگر کوئی شخص ان بزرگان دین کے طریقے کے مطابق اس باطنی دولت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے راستے میں ہرگز رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اس لئے جناب کچھ تو خدا کا خوف کرو کیونکہ ایک مسلمان کو اتنا سنگ دل اور تنگ دل بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سلوک کی منزل کے حصول کی خاطر ابتداء میں صرف چند دن تک نفلی عبادت سے رک جانا یہ بزرگان دین ہی سے ثابت ہے اور بزرگانِ دین کا ہی طریقہ ہے جیسا کہ ہم صاف لفظوں میں ان بزرگانِ دین سے ہی ثابت کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا

حضرات گرامی! بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید نوافل ہی اللہ تعالی کے قرب کا سبب ہیں نہیں نہیں بلکہ قرب کے لحاظ سے (ا) پہلا درجہ فرائض کا ہے جس کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا۔(مشکوۃ باب ذکر) اور

حضرت مجدد الف ثانی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ فرائض کے مقابلے میں نوافل کی کچھ حیثیت نہیں ہے یعنی ایک فرض کا وقت پر ادا کرنا ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے خواہ جو وہ کوئی بھی نوافل ہوں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور ذکر و فکر وغیرہ اور اس طرح زکوٰۃ میں ایک درہم دینا بڑے بڑے سونے کے پہاڑ بطور نفلی صدقہ کر دینے سے بدرجہا بہتر ہے بلکہ سنتوں میں سے ایک سنت کا ادا کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے۔ (تاریخ مشائخ نقشبند ص 364) اور اسی طرح دیکھیں کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رمضان کا ایک فرض روزہ چھوڑ دینا تمام عمر روزے رکھنا اس کی قضا نہیں بن سکتے۔ (مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم) (۲) اور پھر اس کے بعد نوافل کا درجہ ہے (۳) اور پھر اس کے بعد ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے مثلاً دیکھیں۔ ۱۔ مما افترضت علیہ ۲۔ یتقرب الی بالنوافل ۳۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی بھی نیکی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے تو اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا کہ اس نے فرض ادا کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج 1 ص 427 روزوں کا بیان) یعنی رمضان میں تو ہر نیکی کا درجہ فرض کے قرب کے برابر ہے۔ یعنی رمضان میں ہر نیکی سے فرض کے برابر قرب نصیب ہوتا ہے اور رمضان کے علاوہ عام نیکی کے برابر قرب نصیب ہوتا ہے اور دیکھیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہیں (مشکوٰۃ ج 1 ص 470 فضائل قرآن)

اور اس کے علاوہ دیکھیں کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند فرماتے ہیں کہ نماز، روزہ اور ریاضت، مجاہدہ اگرچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے یعنی (اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے) مگر ہمارے نزدیک اپنے وجود یعنی نفس کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے یعنی بہت زیادہ قریب ہے۔ (تاریخ مشائخ نقشبند ص 198) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہے (مشکوٰۃ ج 1 ص 497 باب ذکر)

صاحب مرآت اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ بندہ ذکر کے وقت اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے اور جو ہر وقت اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہر وقت اللہ تعالی کے قریب ہوتا ہے

(مرآت ج 3 ص 306)

ایک جگہ یوں ہے کہ وانا معہ حین یذکرنی۔ اور جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 447) اور اس کے علاوہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں

(مشکوۃ ج 1 ص 491 باب ذکر) اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چل کر میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اسکے پاس آتا ہوں۔ (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 461 مشکوۃ ج 1 ص 491 باب ذکر)

اس کے متعلق صاحب مرآت فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل سے بھی اللہ تعالی کا قرب حاصل کرو گے تو اللہ تعالی اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تمہارے قریب ہوگا۔ (مرآت ج 3 ص 307)

اور ایک جگہ ہے کہ جو شخص عبادت کے ساتھ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالی اپنی رحمت توفیق اعانت کو اس کے قریب کر دیتا ہے۔ اور وہ جس قدر اللہ تعالی کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالی اس سے کہیں زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 449)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہو جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے (شرح صحیح مسلم ج 7 ص 460) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے رسول پر درود بھیج کہ میرا قرب حاصل کرے گا تو میں اس کے تمام گناہ بخش دوں گا۔ اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (دلائل الخیرات ص 199) امام رازی فرماتے ہیں کہ جب انسان نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے پس جب اللہ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور و نزدیک سے سنتا ہے۔ اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے (عقائد و نظریات ص 56)

ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ لوگ جس قدر مجھ سے پرہیز گاری کے ساتھ قرب حاصل کرتے ہیں اس قدر کسی دوسری بات کے ذریعے مقرب نہیں ہوتے (غنیۃ الطالبین ص 356)

تو جناب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اور صرف نوافل پڑھنے والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہرگز ہرگز نہیں یہ فضول یاروں کی فضول باتیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے فضل اور رحمت سے حضور ﷺ کی اُمت کو بے شمار تحفے اور انعامات عطاء فرمائے ہیں تاکہ جس آدمی کے لیے جو نیک کام بھی آسان ہو وہ اس پر ہی عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب اور نجات اور بلندی درجات حاصل کر سکے دیکھیں خود حضور ﷺ نے حضرت کعب کو بھی تمام نفلی عبادات کے مقابلے میں درود شریف کا ورد کرنے کا امر فرمایا ہے نوافل کا نہیں۔ (مشکوۃ فضائل درود شریف)

تو کیا اب حضرت کعب اللہ تعالیٰ کے مقرب نہیں ہیں ہاں ہاں آپ آج کل کے کروڑوں غوثوں

قطبوں اور ابدالوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں ۔تو اس لئے جناب اگر اُدھر نفلوں والی حدیث سے اللہ تعالیٰ کا قرب ثابت ہو رہا ہے تو ادھر ان مذکور شدہ احادیث مبارکہ سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب ثابت ہو رہا ہے۔ بلکہ احادیث سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ نوافل پڑھنے والے سے جہاد کرنے والا افضل ہے اور جہاد کرنے والے سے ذکر کرنے والا افضل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث مبارکہ سے ثابت کیا ہے۔

تو اس لیئے جناب اگر کوئی شخص بظاہر نوافل سے قرب حاصل نہیں کر رہا تو کیا ہوا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کسی اور طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہا ہو کہ جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

چند دن تک نوافل سے روکنے کی وجہ

حضرات گرامی بزرگان دین سالک کو چند دن تک نوافل سے صرف اس لئے روکتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے اس لیے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کے قلب و باطن کی صفائی اور لطائف ذاکر ہو جائیں اور اسے نفس و شیطان اور دنیا کی محبت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے کیونکہ یہ دنیا کی محبت اتنی خطرناک چیز ہے کہ جس کے متعلق حدیث میں ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کا چھوڑنا تمام عبادتوں کا مغز ہے (نافع السالکین ص 32)

ایک دفعہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ الٰہی یہ تیرا بندہ رو رہا ہے تو جواب آیا کہ اے موسیٰ اگر اس کے رونے سے اس کا دماغ بھی بہہ جائے اور اس کے اُٹھنے والے ہاتھ بھی ٹوٹ کر گر جائیں تو پھر بھی میں اسے نہ بخشوں گا اس لئے کہ یہ دنیا سے محبت کرتا ہے۔(مکاشفۃ القلوب ص 228)

ایک دفعہ ایک صحابی کو جنت کی بشارت دی گئی تو جب اس کی حقیقت دریافت کی تو کہا کہ اگر میرے لئے زمین سے آسمان تک درہم و دینار اور جواہر سے بھی بھر دیا جائے اور وہ اچانک ہلاک ہو جائیں تو کچھ غم نہیں موجود ہوں تو خوشی نہیں (صراط مستقیم ص 15 انفاس العارفین ص 175) یعنی جب دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو جائے تو دنیا کی محبت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

(حکایت) ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت آٹا گوندھ رہی ہے اور اس میں ایک بال ہے جو سارے آٹے کو خراب کر رہا ہے تو اس نے اسے کہا کہ اسے نکال دو تو عورت نے کہا کہ اسے میں نہیں نکال سکتی بلکہ اسے تم ہی نکال سکتے ہو کیونکہ یہ بال آپ کے دل میں دنیا کی محبت کا بال ہے یہ سُنا اور آنکھ کھل گئی۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حصول فیض کیلئے حاضر ہوا لیکن یہاں شاہانہ آن بان دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیسی درویشی ہے اور دلی طور پر بدظن ہو کر جانے لگا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے نہ جانے دیا جائے اور اس کا بستر میرے کمرے میں بچھا دیا جائے تو رات کو آپ نماز عشاء ادا فرما کر اپنے وظائف مکمل کر کے آرام فرما ہو گئے اور پچھلی رات تہجد پڑھی اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گئے اور پھر نماز فجر ادا فرمائی اور ادھر وہ شخص تمام رات عبادت میں مشغول رہا اور دل میں کہنے لگا کہ حضرت صاحب تو اتنی عبادت بھی نہیں کرتے جتنی ہم کرتے ہیں اس لئے آپ سے تو ہم بہتر ہیں بس یہی سوچتے سوچتے نیند آ گئی تو کیا دیکھا کہ اس کی عبادت کا نور چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہا ہے اور حضرت صاحب کی عبادت کا نور زمین سے آسمان تک اور آسمان سے عرش معلیٰ تک ایک روشن ستون کی طرح نظر آ رہا ہے اور ہزاروں فرشتے اس کے گرد مستانہ وار طواف کرتے ہوئے نظر آئے تو وہ شخص اور حیران ہو گیا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اس

کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک بندہ مرد نہیں ہوتا تو اس کا سونا جاگنا اور ہے لیکن جب بندہ اللہ تعالی کے ذکر اور اس کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ مرد بن جاتا ہے تو اب اس کا سونا جاگنا بھی عبادت ہے پھر ایک مثال سمجھائی کہ دیکھیں ایک معصوم بچہ کہ جس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا نہ اختیار وہ جاگے تب بھی ماں کو پیارا لگتا ہے اور اگر سوئے تو تب بھی پیارا لگتا ہے اور ماں اسے ہر حال میں چومتی اور پیار کرتی ہے۔ لیکن جب وہی بچہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو پھر ارادہ بھی اس کا اپنا ہو جاتا ہے اور اختیار بھی تو پھر ماں بھی کسی قدر اس سے بے پرواہ ہو جاتی ہے تو اسی طرح بندہ بھی جب اللہ تعالی کی محبت اور رضا میں اپنا ارادہ اور اختیار ختم کر دیتا ہے تو پھر اس کا چلنا پھرنا کھانا پینا بھوکا پیاسا سونا جاگنا یعنی اس کی ہر چیز اللہ تعالی کے ذکر اور محبت کے باعث عبادت بن جاتی ہے (صراط مستقیم ص 18)

اور ہاں اگر اس کا سونا جاگنا کھانا پینا دنیا کی محبت اور اپنی نفسانی خواہشات کیلئے ہے تو پھر یہ سب کچھ فضول ہے اور اگر یہ سب کچھ اللہ تعالی کی محبت اور رضا کیلئے ہے تو سب کچھ فائدہ مند ہے۔ اس لیئے بزرگان دین کا اصل مقصد نوافل سے روکنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد اللہ تعالی کے ذکر سے اس کے قلب و باطن کی صفائی ہے کہ جس کے متعلق حضور ﷺ فرماتے ہیں صقالۃ القلوب ذکر اللہ یعنی دلوں کی صفائی اللہ تعالی کے ذکر سے ہے (مشکوۃ ج 1 ص 497 باب ذکر)

اور حضرت یونس بن حسین فرماتے ہیں کہ جو شخص قلبی لگاؤ سے اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہے تو ماسوا اللہ کی یاد اس کے قلب سے خود بخود نکل جاتی ہے (تذکرۃ الاولیاء ص 210)

تو جناب جب ذکر الہی سے اس کے قلب کی صفائی ہو جائے گی اور ماسوا اللہ کی یاد خود بخود اس کے دل سے نکل جائے گی تو پھر نفس و شیطان اور دنیا کی محبت بھی خود بخود کنارہ کر جائے گی۔ کیونکہ یہ

نفس و شیطان اور دنیا کی محبت ایک ایسی خطرناک مرض ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے تلاوت روزہ سخاوت شہادت اور علم دین پڑھنے پڑھانے جیسے نیک اعمال بھی برباد ہو سکتے ہیں جس کے متعلق دیکھیں ایک عالم دین اور سخی اور شہید کا واقعہ کہ ان کو اسی قلبی مرض کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مشکوۃ کتاب العلم) تو اب خود ہی اندازہ لگالیں کہ اس کے باطن کی تربیت اور صفائی کرنا کتنا ضروری ہے دیکھیں حدیث میں ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا اسی لیے بزرگان دین سب سے پہلے سالک کی قلبی مرض کا علاج کرتے ہیں اور پھر بعد میں کسی دوسری چیز کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ شیخ مرید کے لیے ایک روحانی طبیب کی مانند ہے اور مرید روحانی مریض اور مریض کا علاج طبیب ہی جانتا ہے مثلاً ایک کمزور مریض کو ڈاکٹر صاحب دوا دینے کے بعد گھی مرغ اور مقوی غذاء سے پرہیز کراتا ہے۔ اگرچہ یہ جائز اور حلال تو ہیں لیکن اگر مریض یا اس کے رشتہ دار اس پر اعتراض بھی کریں کہ جناب مریض تو پہلے ہی مر رہا ہے۔ اور سخت کمزور ہے ادھر تم نے جسم کو طاقت دینے والی تمام چیزیں بند کر دی ہیں اس سے تو مریض اور زیادہ بیمار اور کمزور ہو جائے گا تو ڈاکٹر صاحب ان کی ایک نہیں سنے گا اور پہلے مریض کی بیماری کا علاج کرے گا اور پھر ان کو منع کی ہوئی چیزوں کی اجازت دے گا تو اسی طرح یہ نوافل سے روکنا بھی صرف وقتی طور پر مبنی بر مصلحت ہے تاکہ سالک کو ذکر الٰہی کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے جس کے متعلق بزرگان دین یوں فرماتے ہیں۔

۱۔ مبتدی کو چاہیے کہ فرائض اور سنت کی ادائیگی کے بعد اپنا وقت ذکر الٰہی میں گزارے۔

۲۔ اور متوسط یعنی جو آدھا راستہ طے کر چکا ہو اسے چاہیے کہ وہ فرائض اور سنتوں کی ادائیگی

کے بعد اپنا وقت تلاوت قران میں گزارے۔

۳۔ اور منتہی کو چاہیے کہ وہ نوافل بکثرت پڑھے (رسائل نقشبندیہ ص 55۔ ارشاد السلوک ص 8 1 حصہ دوم ملفوظات حضرت غلام نبی ۔مکتوبات امام ربانی بحوالہ صراط مستقیم (ص 11-25-26-56)

تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ طالب کو ابتدائی اسباق میں چند دن تک نفلی عبادات سے روکنا یہ کوئی نئی بات ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ تو آج سے سینکڑوں سال قبل سے بزرگان دین کا طریقہ چلا آرہا ہے۔اور بعض اولیاء کرام کے نزدیک مردہ دل کو زندہ اور ذاکر بنانا اور اسے کدورات سے صاف کرنا جن وانس کی نفلی عبادات سے افضل اور اعلی ہے (مرقات شرح مشکوۃ بحوالہ جواز المنع عن النوافل ص 21)

حضرات گرامی آج کل یہ عادت عام ہوتی جارہی ہے۔ کہ صرف رسمی بیعت کر لیتے ہیں اور سلوک کی منزل حاصل کرنے سے گبھراتے ہیں بلکہ کمالات باطنیہ کے حصول کی خاطر ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا نہ فرصت جبکہ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ کمالاتِ باطنیہ کے حصول کیلئے کامل شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا فرض ہے (تصفیہ قلب ص 11)

دیکھیں حضور ﷺ نے صحابہ اکرام کا ظاہر بھی سنوارہ ہے۔اور باطن بھی لیکن اس کے باوجود بھی اگر آپ کسی صحابی میں کوئی ظاہری یا باطنی مرض یا میل کچیل دیکھتے تو آپ جس طریقے سے بھی اس کا علاج بہتر سمجھتے تو آپ اس طریقے سے ہی اس کا علاج فرماتے مثلاً دیکھیں کہ ایک صحابی قرآن پڑھ رہا ہے اور دوسرے نے سن کر کہا کہ تم قرآن غلط پڑھ رہے ہو تو دونوں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم دونوں قرآن سناؤ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا

کہ تم دونوں کا قرآن صحیح ہے تو ایک کے دل میں حضور ﷺ کی تکذیب کی نہایت ہی خطرناک مرض اور میل کچیل پیدا ہو گئی تو جب حضور ﷺ نے اس کے باطن میں اس تکذیب کی نہایت ہی خطرناک اور گندی مرض کو دیکھا تو آپ نے اس کے باطنی مرض کا علاج یوں فرمایا کہ فوراً اس کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا کہ جس سے اس کی باطنی مرض یعنی تکذیب کا علاج ہو گیا اور اس کے باطنی حجابات بھی دور ہو گئے اور گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے لگے۔

(مشکوۃ ج 1 ص 479 باب اختلاف قرأت) تو اسی طرح یہ بزرگان دین بھی سب سے پہلے مرید کے باطن کی صفائی کرتے ہیں تاکہ اس کی باطنی اور روحانی تربیت اچھے طریقے سے ہو جائے اور پھر بعد میں دوسری چیزوں کی اجازت دی جائے کیونکہ جب تک اس کے باطن کی صفائی نہیں ہو گی تو اسکی باطنی حالت درست نہیں ہو گی اور جب تک اس کی باطنی حالت درست نہیں ہو گئی تو اس کے نماز روزہ حج اور زکوۃ جیسے نیک اعمال بھی برباد ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے متعلق ایک عالم دین اور سخی اور شہید کا واقعہ دیکھیں۔ اور اس کے علاوہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے یعنی دل تو اگر یہ صحیح ہو جائے تو اس کا سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سرا جسم بگڑ جاتا ہے۔ (مشکوۃ ج 2 ص 2 باب حلال کھانا) اور فرمایا کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر اور زیادہ کرتا ہے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے یعنی گندہ ہو جاتا ہے (مشکوۃ ج 1 ص 512 باب توبہ و استغفار) تو اب اگر دل گندہ ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے صاف ہوتا ہے جس کے متعلق حضور ﷺ خود فرماتے ہیں کہ دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے۔ جیسے کپڑا گندہ ہو جائے تو یہ پانی سے صاف ہوتا ہے تو اس لیے بزرگان دین کا اصل مقصد نوافل سے روکنا نہیں ہے بلکہ صرف چند دن تک نوافل سے

روک کر کثرتِ ذکر سے اس کے قلب و باطن کی صفائی اور تربیت مقصود ہے کہ جس سے اس کے قلب و باطن روشن ہو جائیں اور جتنی جلدی ہو سکے اس کے ابتدائی پانچ لطائف ذاکر ہو جائیں تا کہ اسے جلدی سے جلدی نوافل وغیرہ کی بھی اجازت دی جائے تا کہ اسے تقرب الی بالنوافل کی منزل بھی نصیب ہو جائے۔ اس لیے بزرگانِ دین سب سے پہلے سالک کی باطنی تربیت اور صفائی کرتے ہیں تا کہ نوافل شروع کرنے سے پہلے اس کے قلب و باطن روشن ہو جائیں کیونکہ باطنی تربیت کے بغیر انسان اس بادام اور اخروٹ کی مانند ہے کہ جو اوپر سے تو بالکل صحیح و سالم نظر آتا ہے لیکن جب توڑا جائے تو اندر سے کھوکھلا اور خالی ہوتا ہے۔ تو اسی طرح کچھ ایسا ہی حال سلوک کے بغیر انسان کا ہے ہاں ہاں اس کے متعلق دیکھیں حضرت مولانا روم حضرت امام غزالی اور حضرت شیخ حموی کے پیش کردہ واقعات کہ جو اتنے بڑے عالم دین اور بزرگ اور عظیم ہستیاں ہونے کے باوجود بھی باطنی تربیت اور باطنی دولت کے بغیر خود کو اندر سے خالی اور پیاسے محسوس کرتے رہے ہیں۔ اور پھر اس کی طلب میں سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں تو اس لیے بزرگانِ دین سب سے پہلے سالک کی باطنی اور روحانی تربیت کرتے ہیں تا کہ اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ذاکر اور اس کے باطن کو روشن کیا جائے اور اس کے قلب سے دنیا کی محبت اور نفسانی خواہشات کی میل کچیل کو ختم کیا جائے تا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے۔

اور جب اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے تو پھر اس ذاکر دل والے کے نوافل اور غافل دل والے کے نوافل میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جس کے متعلق حضور ﷺ خود فرماتے ہیں کہ ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسا کہ خشک درختوں میں سبز درخت اور اندھیرے گھر میں چراغ اور پیچھے بھاگنے والوں میں سے جہاد کرنے

والا (مشکوۃ ج 1 ص 497 باب ذکر)

سوال	جی نوافل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔

جواب	جناب یہاں نفلوں کی بات ہے کہ جن کی نیت باندھ لی جائے اور شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تحریمہ باندھ لے (بہار شریعت حصہ 4 ص 13)

سوال	جی اللہ کے نزدیک ہمیشگی والا عمل پسند ہے۔

جواب	جناب پانچویں سبق کے بعد نوافل کی اجازت ہمیشہ کیلئے ہی دے دی جاتی ہے۔

﴿خلاصہ﴾

لہذا ہم ان اعتراض کرنے والوں سے نہایت ہی پیار اور محبت کے ساتھ گزارش کرتے ہیں کہ جناب اگر سالک اپنے شیخ کے امر سے ان مذکور شدہ بزرگان دین کے طریقے کے مطابق صرف چند دن تک نوافل سے رک کر ذکر قلبی یعنی لطائف کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس میں شرعی طور پر یعنی قرآن و احادیث کے مطابق کون سا جرم گناہ برائی یا قباحت ہے یا شریعت کی کون سی حد ٹوٹتی ہے اور ہاں اگر یہ کوئی جرم یا گناہ ہے تو قرآن و احادیث سے دلائل پیش کریں ورنہ دیکھیں کہ ابتداء میں ہی ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ نوافل ادا کرنے پر ثواب ہے اور ادا نہ کرنے پر عذاب نہیں ہے یعنی اس کا ادا کرنا مستحب ہے اور ادا نہ کرنا بُرا نہیں ہے اور مستحب ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کے ترک سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا یعنی ایسا آدمی شرعی طور پر نہ مجرم ہے نہ گنہگار نہ اس کی گرفت نہ اسے عذاب، جیسا کہ ہم عبادات کی قسموں میں بیان کر چکے ہیں آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اب اگر کوئی شخص اپنے شیخ کے امر سے صرف چند دن تک نوافل سے رک کر قلبی ذکر میں

مشغول ہو جاتا ہے۔ تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بھی اعلیٰ چیز میں مشغول ہوں۔ جیسے اس کے متعلق مزید دیکھیں کہ قرآن مجید کی ایک آیہ کریمہ کا علم حاصل کرنا سو (100) رکعات نماز نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور علم کا ایک باب پڑھنا ایک ہزار رکعات نماز نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور علم کا ایک باب پڑھنا ایک ہزار رکعات نماز نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور رات کی ایک گھڑی میں علم پڑھنا ساری رات کی نفلی عبادت سے افضل ہے اور اللہ کی راہ میں کسی ایک کا صف میں کھڑا ہونا ساٹھ (60) سال کی نفلی نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ بلکہ اپنے گھر میں ستر (70) سال کی نفلی نماز سے بہتر ہے۔ اور والدین کی خدمت کرنا بھی نفلی عبادت سے بہتر ہے اور کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ ساٹھ (60) سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا جہاد کرنے والے سے افضل ہے اگرچہ اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے اور خون سے لت پت ہو جائے اور ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا یہ ایک ہزار رکعات پڑھنے سے افضل ہے لہذا ثابت ہوا کہ نوافل پڑھنے سے ایک نہیں دو نہیں بلکہ جہاد سمیت کئی چیزیں افضل ہیں اور جہاد سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا افضل ہے یا یوں سمجھیئے کہ نوافل سے جہاد افضل ہے اور جہاد سے اللہ تعالیٰ کا ذکر افضل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث مبارکہ سے ثابت کیا ہے لہٰذا ان احادیث مبارکہ کے مطابق بھی یہ ذاکر نوافل پڑھنے والے سے بھی اعلیٰ عبادت میں مشغول ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفلی عبادت سے جہاد افضل ہے۔ اور جہاد سے ذکر افضل ہے۔ تو پھر اس ذاکر پر اعتراض کیسا جبکہ یہ نوافل سے بھی اعلیٰ عبادت میں مشغول ہے اور ہاں ان احادیث مبارکہ میں تو عام ذکر کی بات ہے لیکن یہ ذاکر تو ذکر قلبی میں مشغول ہے کہ جس کے متعلق حضرت سلطان باہو بھی فرماتے ہیں کہ دل کے ساتھ ایک دفعہ اللہ کہنے سے ستر (70) ہزار دفعہ قرآن مجید ختم کرنے

کے برابر ثواب ہے۔ (نور الہدیٰ)

﴾حکایت﴿ ایک دفعہ ایک بزرگ سخی لجپال سرکار داتا علی ہجویری کے مزار اقدس پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے تو آپ روحانی طور پر اس سے بہت ہی زیادہ خوش ہو کر ملے بلکہ بغلگیر ہو کر ملے اور بے شمار عنائیات اور فیوض و برکات سے نوازہ تو اس نے حیران ہو کر عرض کی کہ سرکار میں تو بہت گنہگار ہوں آپ نے مجھے اتنی عنائیات سے کس سبب سے نوازہ ہے تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ تم لطائف کا ذکر کرتے ہو اور تمہیں قبر میں آ کر خود معلوم ہو جائے گا کہ یہاں لطائف کے ذکر کی کیا قدر ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اس باطنی ذکر کی خاطر چند دن تک نوافل سے رُک بھی جائے گا تو اس میں شرعی طور پر یعنی قرآن و احادیث کے مطابق کیا جرم یا گناہ ہے ہاں اگر یہ جرم یا گناہ یا منع ہے تو قرآن و احادیث سے دلائل پیش کریں ورنہ کسی طالب حق اور طالب مولیٰ کے راستے میں رکاوٹ بننے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔

یاری لاتوں پاک نبی سنگ اے پر پوری یاری
فیر درود قبول ہے تیرا لکھ نالوں اک واری

مسجد میں وجد کی شرعی حیثیت

حضرات گرامی بعض لوگ کسی سالک کو مسجد میں وجد کی حالت میں دیکھ کر یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے تو ان حضرات کو ہمارے ان مذکور شدہ دلائل پر غور کرنا چاہیے۔ تو جناب تلاوت قرآن نعتِ رسول ذکر و فکر اور خوفِ الٰہی سے بعض دفعہ انسان پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسے وجد یا تواجد کہتے ہیں۔

۱۔ وجد اس حالت اور کیفیت کو کہتے ہیں کہ جو تلاوتِ قرآن نعتِ رسول اور ذکر و فکر کے دوران انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہو اور انسان کا اس میں اپنا کوئی دخل اور اختیار ہرگز نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً مغلوب الحال ہونا۔ تمام جسم کا حرکت میں آ جانا، جسم کانپ جانا، بیہوشی طاری ہونا، چیخنا، چلانا، بغیر اختیار کے رونا یا ہنسنا، کپڑے پھاڑنا، دوڑنا، رقص کرنا یا بغیر اختیار کے منہ سے کچھ الفاظ وغیرہ کا نکل جانا مثلاً **آہ، اُف، اللہ، لا الہ الا اللہ ہو ہو، لا لا عا عا ھا ھا آ آ** وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ تواجد اس حالت یا کیفیت کو کہتے ہیں۔ کہ جو انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو وارد نہ ہو لیکن اپنی طرف سے وجد والے کی طرح خود پر کیفیت طاری کرنا۔

توجہ

حضرات گرامی صحیح وجد والا خود پر وجد کی کیفیت طاری کرنے یا نہ کرنے میں بالکل بے اختیار اور بے دخل ہوتا ہے یعنی اس میں اس کا اپنا کوئی دخل اور اختیار ہرگز نہیں ہوتا اس لئے وہ اس وقت

حقیقی طور پر مجبور بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے۔ تو اب ہم بے اختیار مجبور اور بے بس شخص کے متعلق شرعی طور پر یعنی قرآن واحادیث سے دلائل پیش کرتے ہیں کہ بے اختیار اور مجبور شخص کے متعلق سخت سے سخت مسئلہ اور حکم بدل جاتا ہے یعنی مجبوری میں مجبور شخص کیلئے مسئلہ بدل جاتا ہے۔

(۱) **انما حرم علیکم المیتة الخ** یعنی تم پر حرام ہے مردار خون سور کا گوشت اور جس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو جو مجبور ہو نہ کہ خواہش سے کھائے نہ ضرورت سے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے (پ 2 ع 5 آ 173) حضرات گرامی ذرا غور سے دیکھیں کہ اس آیہ کریمہ کے پہلے حصہ میں جن چار چیزوں کو حرام کیا گیا ہے۔ اسی آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں ان ہی چار چیزوں کو مجبور شخص کیلئے جائز کیا جا رہا ہے۔ یعنی مجبور شخص کیلئے خود اللہ تعالیٰ نے مسئلہ اور حکم بدل دیا ہے تو اس طرح وجد والا بھی مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے اور مجبوری کی حالت میں مسئلہ اور حکم بدل جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا۔

۲۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ تم پر حرام ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور جو گلا گھونٹ کر مارا جائے اور بے دھار کی چیز سے مارا جائے اور جو گر کر مرے یا جسے سینگ مارا ہو یا جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر تقسیم کیا گیا ہو۔ (6-5-3)

یعنی اس آیہ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ ان مذکور شدہ چیزوں کو حرام فرما رہا ہے۔ لیکن اسی آیہ کریمہ ہی میں مجبور شخص کے متعلق یوں فرما رہا ہے۔ فمن اضطر فی مخمصة الخ پس جو شخص بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور مہربان

ہے(3-5-6) یعنی مجبور شخص کیلئے یہ سب کچھ جائز ہے تو اسی طرح وجد والے کیلئے بھی مجبوری کی حالت میں مسئلہ بدل جاتا ہے۔

۳۔ یایھا الذین امنوا۔ الخ یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو دھولو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور دھولو اپنے پاؤں گٹوں تک اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا قضائے حاجت سے آئے یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں چاہتا (6-6-6) دیکھیں یہاں بھی مجبوری بے بسی اور بے اختیاری میں مسئلہ بدل گیا ہے کہ پانی نہ ملنے پر تیمم کی اجازت عطا فرمادی یا پانی تو موجود ہے لیکن بیماری یا دشمن یا موذی جانور کے خوف یا خطرے یا کسی رکاوٹ کی وجہ سے پانی پر قادر نہیں تو تیمم کرسکتا ہے دیکھیں حضرت امام حسین دریائے فرات کے قریب تھے لیکن پانی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے تیمم فرمایا۔

۴۔ **یایھا الذین آمنوا الخ** اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانا یہاں تک کہ تم جان لو جو کہو اور ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافر یا بیمار یا قضائے حاجت سے آیا ہو یا عورتوں کو چھوا ہو تو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو (43, 4, 5) دیکھیں یہاں بھی مجبوری میں مسئلہ بدل گیا ہے۔

۵۔ **یایھا الذین آمنوا الخ** ۔اے ایمان والو تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ چند گنتی کے دن پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جن کو اس کی طاقت نہ ہو تو وہ بدلہ دیں ایک

مسکین کا کھانا (2-7-183)

۶۔ تو جو کوئی تم میں یہ مہینہ پائے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے (2-7-185) دیکھیں یہاں بھی بیمار اور مسافر کیلئے مجبوری کی وجہ سے حکم بدل گیا ہے تو اسی طرح وجد والا بھی بوقت وجد مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے۔

۷۔ **لایوا اخذ کم اللہ الخ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں کے بارے میں جو بے ارادہ تمہاری زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے اور اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔ (2-12-125) یعنی بلا قصد اور غیر اختیاری قسم پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ نہ گرفت ہاں جو جان بوجھ کر ارادۃً یعنی اختیاری طور پر قسم اُٹھائے گا تو اس پر گرفت ہے اور جو اچانک غیر اختیاری طور پر یعنی بلا قصد تمہارے منہ سے نکل جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ کفارہ نہ گرفت تو جناب دیکھیں کہ یہاں بھی بے اختیاری میں مسئلہ اور حکم بدل گیا ہے۔

۸۔ **ولا تقتلو ھم الخ** اور مسجد حرام کے پاس کافروں سے نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے نہ لڑیں اور ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو پھر تم بھی ان سے لڑو اور کافروں کی یہی سزا ہے (2-8-191) دیکھیں یہاں بھی مجبوری میں مسلمانوں کو مسجد حرام کے پاس کافروں سے لڑنے کی اجازت عطا فرمادی گئی ہے ورنہ مسجد حرام کے پاس لڑنے کی اجازت نہیں ہے ہاں مجبوری میں ہے۔ تو وجد والا بھی بوقت وجد مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے۔

۹۔ **واتموا الحج الخ** اور حج وعمرہ اللہ کیلئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں

بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی سے پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اُٹھائے تو اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے اور جسے طاقت نہ ہو تو وہ تین روزے، حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یہ پورے دس ہوئے اور یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو (2-8-196) تو ثابت ہوا کہ حج کے دنوں میں حاجی پر بھی مجبوری کی حالت میں مسائل بدلتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ حضرت ابو واقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ بعض دفعہ ہم باہر زمین میں ہوتے ہیں اور وہاں ہم کو بھوک لگتی ہے اور ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تو ہمارے لئے مردار کا کھانا کب جائز ہوتا ہے تو فرمایا کہ جب تم کو صبح اور شام کھانے کی کوئی چیز یا کوئی سبزی وغیرہ نہ ملے۔

(مشکوۃ باب مجبور کے کھانے کا بیان ج 2 ص 315)

۱۱۔ حضرت فُجیع عامریؓ حضورؐ کے پاس آئے اور حضورؐ سے عرض کی کہ ہمارے لئے مردار کب حلال ہے تو فرمایا کہ تمہارے کھانے کی مقدار کیا ہے تو عرض کی کہ دودھ کا ایک پیالہ صبح اور ایک شام تو فرمایا کہ یہ مقدار بھوک کی ہے۔۔ آپؐ نے ان کیلئے مردار کو حلال کر دیا (مشکوۃ باب مجبور کے کھانے کا بیان ج 2 ص 315) دیکھیں یہاں بھی مجبور اور بے اختیار شخص کیلئے حکم اور مسئلہ بدل گیا ہے

۱۲۔ حضورؐ نے مرد کو ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے لیکن حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت عطا فرمادی اور ایک روایت میں ہے کہ جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے آپؐ نے

ریشم کی قمیض پہننے کی اجازت عطا فرمادی۔ (مشکوۃ کتاب اللباس ج 2 ص 326)

۱۳۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص تکبر سے اپنی چادر کو دراز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری چادر لٹک آتی ہے جب تک کہ میں ہر وقت اس کا خیال نہ رکھوں تو آپ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر سے اپنا کپڑا لٹکاتے ہیں (مشکوۃ کتاب اللباس ج 2 ص 333) دیکھیں یہاں بھی حضرت صدیق اکبرؓ کیلئے بے اختیاری میں مسئلہ بدل گیا ہے۔ کیونکہ آپ بھی ہر وقت اور ہر لحظہ اپنی چادر کی طرف خیال نہیں رکھ سکتے تھے۔

۱۴۔ حضورؐ نے مسجد میں بلند آواز کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے دو آدمیوں کو مسجد میں بلند آواز کرتے دیکھا تو ان کو ڈانٹا (مشکوۃ آداب مسجد ج 1 ص 159) لیکن حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور قبر کا ذکر کیا تو صحابہ کرامؓ نے اس قدر چیخنا اور چلانا شروع کر دیا کہ مجھے حضور کی بات کی سمجھ ہی نہیں لگتی تھی (مشکوۃ عذاب قبر ج 1 ص 48) یعنی حضور کی موجودگی میں مسجد میں اتنا شور ہوا کہ آپؐ کی بات کی سمجھ ہی نہیں لگتی تھی۔ جبکہ دوسری طرف قرآن میں بھی ہے کہ

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (2-13-26) یعنی نبی کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور یہاں بلند ہو رہی۔ نہ خدا نے روکا نہ مصطفیٰ ﷺ نے روکا حالانکہ حضور ﷺ کے سامنے ہی مسجد میں اتنا شور ہو رہا ہے کہ حضورؐ کی بات کی سمجھ ہی نہیں لگ رہی۔ اور پھر حضور ﷺ کی آواز سے آواز بھی بلند ہو رہی ہے۔ جو کہ قرآن مجید کے حکم کے بھی خلاف ہے۔

۱۵۔ معذور شخص کے متعلق حکم:۔ جس شخص کو سلس البول یعنی پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں یا نکسیر یا زخم سے خون جاری ہے جو نماز کے وقت بھی رُکتا نہیں یا پیچس یعنی جلاب وغیرہ لگے ہوں یا ہر وقت ہوا خارج ہوتی رہتی ہے یا استحاضہ والی عورت ہے تو ان تمام کے متعلق وضو کا حکم یہ ہے کہ وہ نیا وضو کرلیں اور جب تک اس نماز کا وقت ہے اس وقت کے اندر جس قدر فرض اور نفل پڑھنا چاہیں پڑھ لیں کوئی گناہ منع یا حرام ہرگز نہیں ہے اگرچہ قطرات آتے رہیں نکسیر چلتی رہے اور زخم وغیرہ سے خون جاری رہے (الھدایہ ج 1 ص 66۔عین الھدایہ ج1 ص260 کنز الدقائق ص22 قدوری ص12 نور الایضاح مترجم از محمد صدیق ہزاروی ص81 بہار شریعت حصہ دوم ص73) دیکھیں یہاں بھی مجبوری میں ہر مجبور شخص کے لیے مسئلہ اور حکم بدل گیا ہے جب کہ وجہ وہ بھی بوقتِ وجہ مجبور اور بے اختیار ہوتا ہے۔

۱۶۔ اگر نماز میں آہ۔اوہ، اُف تُف وغیرہ کے الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔اور اگر مریض کی زبان سے بے اختیار آہ نکلی یا اوہ کہا نماز نہیں ٹوٹے گی اور اسی طرح چھینک کھانسی جماہی ڈکار میں جتنے حروف مجبوری کے طور پر نکلتے ہیں معاف ہیں۔اور اسی طرح اگر یہ الفاظ جنت یا دوزخ کی یاد میں نکلے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔اور اسی طرح اگر کھنگارنے میں دو حرف ظاہر ہوں جیسے اُح تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر عذر سے ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی (بہار شریعت حصہ سوم ص111) دیکھیں یہاں بھی مجبوری اور بے اختیاری میں مسئلہ بدل گیا ہے۔

والانین والتاوہ وارتفاع بکائہ من وجع اومصیبة لا من ذکر

جنة اونار وا لتنحنح بلا عذر (کنزالدقائق ص 38)

ومن تكلم فی صلاته عامدا او ساهيا بطلت صلاته (آگے ہے)

فَان اَنّ فيها اوتاوّه اوبكى فارتفع بكاؤه

فان كان من ذكر الجنة اوالنار لم يقطعها لانه يدل على زيادة الخشوع وان كان من وجع اومصيبة قطعها لان فيه اظهار الجزع والتاسف(الهدايه ج1ص135)

اور جس شخص نے اپنی نماز میں کلام کیا خواہ عمداً خواہ سہواً تو اس کی نماز باطل ہوگئی (آگے ہے) پس اگر انین کیا نماز میں یا تاوہ کیا یا رویا تو اس کا رونا نکل گیا تو اگر یہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے ہوا تو نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ خشوع کی زیادتی پر دلیل ہے اور اگر یہ درد یا کسی مصیبت کی وجہ سے ہوا تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس میں جزع و تاسف کا اظہار ہے (عین الھدایہ ج 1 ص 628)

اور اگر درد بیماری میں بے اختیاری سے نکلا تو جمائی وغیرہ کی مانند مفسد نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے احتراز خارج امکان ہے (عین الھدایہ ج 1 ص 629)

نماز میں اُف، آہ، کراہنے اور رونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہیں (نور الایضاح مترجمہ از محمد صدیق ہزاروی ص 137) دیکھیں یہاں بھی جنت یا دوزخ کے ذکر کے وقت خشوع یعنی عاجزی کی وجہ سے مسئلہ اور حکم بدل گیا ہے۔

۱۷۔ اسی طرح وضو نماز روزہ حج زکواۃ جمعہ اور باقی مسائل کے متعلق قرآن واحادیث کے علاوہ فقہ کی کتابوں میں بھی مجبور شخص کے متعلق حکم دیکھ سکتے ہیں کہ اس کیلئے مجبوری میں مسئلہ بدل

جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالی خود فرماتا ہے **لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا**۔

یعنی اللہ تعالی کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

۱۸۔ دیکھیں بیمار آدمی کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر پڑھ سکتا ہے وغیرہ وغیرہ (الھدایہ ج1 ص161 کنز الدقائق ص45 قدوری ص25 نورالایضاح مترجم ص182)

۱۹۔ **فان سبقه الحدث انصرف و توضأ و بنی علی صلوته** (قدوری ص21) یعنی نماز میں اگر وضو ٹوٹ جائے تو جا کر وضو کر لے اور پھر جہاں سے وضو ٹوٹا تھا وہاں سے ہی نماز شروع کرلے۔

۲۰۔ اور اسی طرح حضورؐ کے بلانے سے نماز نہیں ٹوٹتی

۲۱۔ جس شخص کو قبلہ کی سمت معلوم نہیں تو اس نے اگر تحری سے ایک رکعت ایک طرف اور دوسری رکعت دوسری طرف اور تیسری رکعت تیسری طرف اور چوتھی رکعت چوتھی طرف پڑھی تو جائز ہے (عین الھدایہ ج1 ص423)

لہذا ثابت ہوا کہ مجبور شخص کیلئے مجبوری میں مسئلہ بدل جاتا ہے یعنی مجبوری میں انسان سے شرعی احکام اُٹھ جاتے ہیں جیسا کہ ان مذکورشدہ دلائل سے کھلے لفظوں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جب بندہ مجبور بے بس بے اختیار ہو جائے اور قادر نہ رہے تو اللہ تعالی بھی اسے معاف فرمایا دیتا ہے جس کے متعلق قرآن میں ہے **لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا** ۔یعنی اللہ تعالی کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

۲۲۔ اور اسی طرح سفر کی حالت میں مسافر سواری پر بیٹھ کر نفل پڑھے تو استقبال قبلہ شرط نہیں ہے (بہار شریعت ج 4 ص 15) دیکھیں یہاں بھی مجبوری میں مسئلہ بدل گیا ہے

۲۳۔ اور اسی طرح سواری پر فرض اور واجب نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (نور الیضاح مترجم ص 170) دیکھیں یہاں بھی مجبوری میں مسئلہ بدل گیا ہے۔

۲۴۔ اور اسی طرح دشمن سے لڑائی کے وقت بھی مجبوری میں نماز پڑھنے کا طریقہ اور حکم بدل جاتا ہے۔ (نور الایضاح مترجم ص 219)

تو جناب اسی طرح وجد والا بھی انوار و تجلیات کے ورود کی وجہ سے معذور مجبور بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے اور اس کی حرکات و سکنات چیخ و پکار کی علت بھی غیر اختیاری بے بسی اور غیر ارادی ہے جو کہ مسلوب الاختیار ہونے کی وجہ سے قابل گرفت نہیں ہے جس کے متعلق سرکار داتا علی ہجویری صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ جب انسان وجد سے مغلوب الحال ہو جاتا ہے تو اس سے خطاب اُٹھ جاتا ہے اور جب خطاب اُٹھ جاتا ہے تو ثواب و عتاب بھی اُٹھ جاتا ہے
(کشف المحجوب ص 581)

کپڑا نہیں پھاڑنا چاہیے لیکن اگر سامع پر ایسا غلبہ حال طاری ہو جائے کہ جس سے خطاب اُٹھ جائے تو وہ بے خبر اور معذور ہوتا ہے۔ اس لئے جب کسی کا یہ حال ہو جائے تو اگر یہ کپڑے پھاڑے تو اسے جائز ہے (کشف المحجوب ص 583)

(خلاصہ) حضرات گرامی آپ ہمارے ان تمام مذکورشدہ دلائل کو ذرا ٹھنڈے دل کے ساتھ غور سے دیکھیں کہ جب اور جہاں اور جس کام میں انسان مجبور بے بس اور بے اختیار ہو جاتا ہے تو

اللہ تعالیٰ بھی اپنے قانون **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** کے مطابق اس پر سختی نہیں فرماتا کہ تو لازمی یہ کام کر ورنہ مجرم اور گنہگار ہوگا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ مجبوری بے بسی اور بے اختیاری میں اللہ تعالیٰ انسان کو کھلے لفظوں معاف فرما رہا ہے تو برادرانِ اسلام اسی طرح اب وجد والے کی طرف بھی دیکھیں کہ بوقت وجد یہ وجد والا بھی مجبور بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے اور یہ بوقت وجد آنکھ جھپکنے سے پہلے یعنی ایک لحہ میں مسجد سے باہر بھی نہیں جا سکتا کہ جس سے مسجد کی بے ادبی نہ ہو۔ لہذا مجبوری میں جہاں دوسروں کو معافی مل سکتی ہے تو وہاں مجبوری میں وجد والے کو بھی معافی مل سکتی ہے کیونکہ یہ بھی بوقتِ وجد مجبور بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے جیسا کہ دیکھیں مسجد میں چیخنا چلانا اور شور مچانا مسجد کے ادب کے خلاف ہے لیکن خوف خدا سے مسجد میں صحابہ کرام کے چیخنے اور چلانے سے اس قدر شور برپا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات کی سمجھ ہی نہیں لگتی تھی اور یہ بھی وجد کی ایک صورت ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود حضور کا صحابہ کرامؓ کو مسجد کے آداب کی وجہ سے منع نہ فرمانا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا بھی وحی بھیج کر صحابہ کرام کو مسجد کے آداب کی وجہ سے اس چیخنے اور چلانے سے منع نہ فرمانا اس بات کی واضح یعنی بین دلیل ہے کہ انسان کہیں بھی ہو اگرچہ مسجد میں ہی کیوں نہ ہو اور حضور کے سامنے ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ مجبوری بے بسی اور بے اختیاری میں گرفت نہیں فرماتا اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار فرماتا ہے کہ تم نے ایسے کیوں کیا ہے۔

اور ہاں آخر میں ہماری ایک بات ضرور یاد رکھیں ۔ کہ یہ تمام دلائل مجبور بے بس اور بے اختیار شخص کے حق میں پیش کئے گئے ہیں اور جو مجبور بے بس اور بے اختیار نہیں ہے بلکہ صاحب اختیار یعنی با اختیار ہے۔ اس کے حق میں یہ دلائل مفید نہیں ہیں۔ یعنی بے اختیار کے حق میں ہیں با اختیار کے حق میں نہیں ہیں۔

دور حاضر میں ہر انسان پریشان کیوں

وہ سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے مگر کہیں بھی اپنے دکھوں کا مداوا نہیں پاتا جعلی پیروں اور تعویز گنڈوں کے ذریعے مشکلات سے راہ نجات پانے کی کوشش کرتا ہے مگر ہزاروں روپے خرچ کرنے کے باوجود پریشانیوں میں پھنستا چلا جاتا ہے سکون کے لئے دواؤں کا سہارا لیتا ہے اور ان کے مضر اثرات سے مختلف جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے

ظاہری و باطنی اور روحانی و جسمانی

تمام مشکلات اور پریشانیوں سے نجات و سکون قلب کا

نسخہ شفاء قلبی ذکر (ذکر اسم اعظم)

بے شک اللہ کے ذکر میں دلوں کا سکون ہے (القرآن)

پیر طریقت رہبر شریعت

مجدد ملت حضرت اخندزادہ

سیف الرحمن

دامت برکاتہم العالیہ صاحب پیرارچی مبارک

محفل ذکر میں دل کی طرف توجہ کر کے عطا فرماتے ہیں، مستورات کو پردے میں ذکر کی تلقین فرماتے ہیں حضرت صاحب کے فیضان نظر اور نگاہ کرم سے لاکھوں کی بگڑی سنور چکی ہے آپ بھی مستفیض ہو کر اطمینان قلب کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہوں

ذکر کا طریقہ نہایت آسان ہے

ناشر: الفقیر محمد شبیر مظفر سیفی 0333-4609501